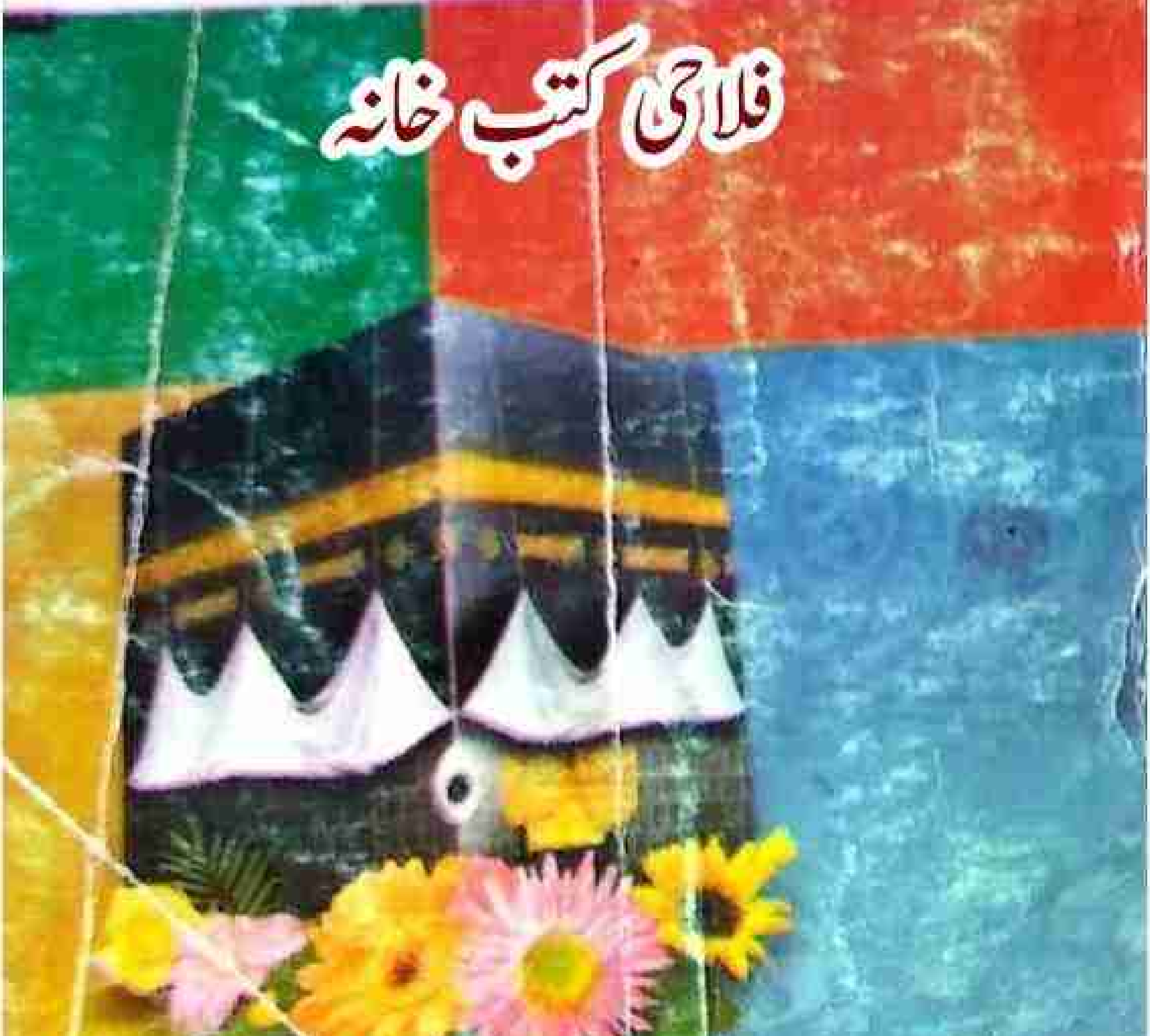
شاہکار تقریریں

ادارہ فیضانِ حضرت گنگوہی رح



اِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهٖ وَ بِلِسَانِهٖ

شاہکار تقریریں

تصنیف

مولانا محمد ناظم صاحب ندوی
المعہد الاسلامی مانک مئو سہارنپور یوپی

ناشر

MOB. 0000/001/00

تفصیلات

نام کتاب: شاہکار تقریریں
تصنیف: حضرت مولانا محمد ناظم صاحب ندوی

پی ڈی ایف کنندہ نوید فلاحی

فہرست

مضامین	صفحہ
انتساب	۴
پیش لفظ	۵
اظہار خیال	۷
تاثرات	۸
تقریظ	۹
دعا	۱۱
اخلاصِ نیت	۱۲
نعت پاک	۱۷
تذکرۂ رسول ﷺ	۱۸
عظمت قرآن	۲۸
نور وظلمت کا تصادم	۳۶
روحانی تبدیلی یا اصلاحی انقلاب	۴۲
قرآن کا چیلنج	۵۰
نوجوان ایک نشانِ منزل	۵۶
دعوت وارشاد	۶۴
یقینِ محکم	۷۰
اپنی دنیا آپ پیدا کر	۷۷
محاسبۂ نفس	۸۲
ایک اہم دینی فریضہ	۹۱
نماز مساوات کا حسین درس	۹۷
تفرقہ بازی	۱۰۴
من کان للہ کان اللہ لہٗ	۱۱۳
قوموں کا عروج وزوال	۱۲۲
کلمہ کی سحر آفرینی	۱۳۱
مدارس کی اہمیت وافادیت	۱۳۷

انتساب

کاشف العلوم کے

ان

جیالوں کے نام

جنھوں نے

زبان وقلم کو باطل کے لئے نبرد آزما کر رکھا ہے۔

ندوی

پیش لفظ

کاشف العلوم چھٹملپور میں "جمعیۃ الاصلاح" کے نام سے ایک انجمن ہے۔ اس کے ہر ہفتہ باقاعدہ تقریری پروگرام منعقد ہوتے ہیں۔ طلبہ اسمیں ذوق وشوق سے حصہ لیکر اپنی خوابیدہ ومخفی صلاحیتوں کو بیدار کرتے ہیں۔ بعض وہ احباب جو تقریر وخطابت کے میدان میں نوخیز تھے۔ مختلف اوقات میں مجھ سے تقریر لکھنے کی فرمائش کی۔ میں نے اکرام ومحبت کے جذبہ سے ان کے ذہن، مزاج ومذاق وشعور کو دیکھ کر برجستہ ان کی فرمائش پوری کی۔ کچھ دنوں کے بعد بعض احباب نے ان تقاریر کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ اور اصرار کیا کہ اگر انھیں کتابی شکل دیدی جائے تو ان سے استفادہ کا دائرہ وسیع ہو جائے گا۔ میں نے اس مجموعہ پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ مضامین اچھوتے، دعوتی وفکری ہیں، ان میں جوش وروانی وبرجستگی کے ساتھ ایک پیغام بھی مضمر ہے، اور جس نئی نسل کے ساتھ قوم وملت کا مستقبل وابستہ ہے اس کیلئے ایمان وخلوص کا آبشار، اور عزم وصداقت کا آبِ رواں بھی۔ جس سے لوگوں کو نور ایمان اور روح کو اخلاقی قدریں ملتی ہیں اور تقریر وخطابت کے جو اصول ہیں، مثلاً علمی مواد، لب ولہجہ سنجیدہ ومتوازن، کہیں کہیں جذباتی، نشیب وفراز، سلاست و

رروانی، دلوں کو اپیل کرنے کا انداز، الفاظ کا ذخیرہ وغیرہم۔ اس مجموعہ میں ان کا عکس صاف دکھائی دیتا ہے۔ اس سے حوصلہ بڑھا اور ان میں سے بعض ان مضامین کا جن کا تعلق تاریخ کے مدوجزر، فکر و اصلاح، تحریک و انقلاب اور امتِ مسلمہ کے نازک مرحلوں سے تھا، انتخاب کیا۔ نظرِ ثانی کی اور بزرگوں کی خدمت میں حاضر کیا جنھوں نے ہمت افزا کلمات سے نوازا۔ تاہم بشری تقاضے کے مطابق غلطی کا امکان قوی ہے۔

احباب وقارئین سے التماس ہے کہ غلطی سے مطلع فرمادیں تاکہ اصلاح ہو جائے میں اپنے ان تمام بزرگوں واحباب کا شکر گذار ہوں جنھوں نے کسی طرح کا بھی تعاون دیا اور خلوص ومحبت کا ثبوت پیش کیا۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے قبولیتِ عامہ سے نوازے اور میرے اور امت کے لئے اسے زادِ راہ بنائے۔ آمین۔

محمد ناظم ندوی

۲۰ جمادی الثانی ۱۴۰۸ھ
مطابق ۹ فروری ۱۹۸۸ء

اظہارِ خیال

از حضرت مولانا شمس الحق صاحب ندوی استاذ ندوۃ العلماء و ایڈیٹر تعمیر حیات لکھنؤ
حامداً و مصلیاً۔

عزیز گرامی مولوی محمد ناظم صاحب ندوی کے مرتب کردہ مجموعہ تقاریر کے بعض اجزاء پر نظر ڈالنے کا موقعہ ملا جس کی زبان صاف، شستہ شگفتہ اور انداز بیان عام فہم سلیس وجاذب ہے، عناوین بامقصد پر کشش اور دلچسپ ہیں۔ ان موضوعات پر کمسن بچوں کا تقریر کرنا جہاں ان کی قوتِ گویائی کو بڑھائے گا وہیں بچپن سے بامقصد کاموں میں اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا حوصلہ وجذبہ پروان چڑھے گا۔ دعوت و تحریک، تعلیم وتربیت اور تمدن وثقافت کے میدان میں وہ نمایاں و مثالی کردار ادا کریں گے۔

امید ہے کہ اس مجموعہ کو ذوق وشوق سے پڑھا جائے گا۔ اور تقریری صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں بڑا معاون ثابت ہوگا۔

میری دعا ہے، عزیز موصوف کا یہ جذبۂ دعوت وتربیت برابر ترقی کرتا رہے اور ان کا قلم اُمت کو نازک مرحلوں سے باخبر کرتا رہے۔ آمین۔

(مولانا شمس الحق ندوی (مدظلہ)
دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

تاثرات

از: حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی
ناظم جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم چھٹملپور۔ ضلع سہارنپور یوپی

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر ہر مسلمان پر اسکی طاقت وہمت کے بقدر ضروری ہے۔ اگر ہاتھ سے طاقت رکھتا ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے۔ اگر دونوں کی سکت نہ ہو تو دل میں برا سمجھے (ذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَان) اس امت کو خیر امت کا ممتاز تمغہ اسی صفت کی بناپر دیا گیا۔ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ اسی پاکیزہ جذبہ کے پیش نظر محترم مولانا محمد ناظم صاحب ندوی مدرس جامعہ اسلامیہ کاشف العلوم چھٹملپور نے " جو ایک مخلص نوجوان عالم ہیں خطابت وصحافت کا بھی اچھا ذوق پایا ہے۔" مختلف موضوعات پر یہ تقاریر پیش کی ہیں۔

کاشف العلوم میں درس وتدریس کے علاوہ طلبہ کی انجمن "جمعیۃ الاصلاح" کا شعبہ بھی آپ سے متعلق ہے جس سے ان کے شعور وفکر اور ذوق ووجدان کو جلا بخشا جاتا ہے۔ اور ان میں تقریر وتحریر کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے۔ جس پر عزیز موصوف بڑی جانفشانی ومحنت کرتے ہیں طلبہ کو حالات حاضرہ سے باخبر اور ان کے دل ودماغ میں امید کی کرن اور بیداری کی لہر پیدا کرتے ہیں۔ ـــــــــ یہ انھیں تقاریر کا مجموعہ ہے جو مختلف اوقات میں عزیز طلبہ کو لکھ کر دی ہیں۔ جن میں اسلام کی روح، ایمان وایقان کی بادِ بہاری، اخلاص ومحبت کا ابشار، فکر وعمل کا انقلاب اور ذہنی وفکری قیادت کا ایک حسین سنگم ہے۔ اسلوب نگارش مفید ومؤثر اور جذبات کو اپیل کرنے والا ہے۔ یہ درحقیقت دل کی دھڑکن، امت کی خستہ حالی کی فکر، سوزِ دروں اور خونِ جگر ہے۔ جو قلم کے راستے اُبل پڑا ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اس مجموعہ سے عوام وخواص اور خاص طور پر طلبہ مستفید ہوں گے۔ اور انکے لئے یہ مضامین خطابت کے ساتھ ساتھ قلب میں نورانیت اور سیرت وتربیت وکردار سازی کا مواد فراہم کریں گے ـــــــ میں عزیز موصوف کی اس محنت اور ان کے اس جذبۂ تحریک کی قدر کرتا ہوں۔ اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے قلم میں طاقت اور قلب میں مزید للّٰہیت پیدا فرمائے آمین ـــــــــــ!

(مولانا) محمد اسلم (صاحب)

تقریظ

از: حضرت مولانا جمیل احمد صاحب استاذ حدیث دار العلوم دیوبند

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

تقریر وتحریر اور خطابت وصحافت ایک قوت وطاقت ہی نہیں احتیاج وضرورت بھی ہے۔ قوموں کا رخ بدلنے تبلیغ وتذکیر کے پہلو کو اجاگر کرنے دعوت وتحریک اور پیغام کو عام کرنے کے لئے ناگزیر اور مؤثر ذریعہ ہے۔ ہر دور میں زبان وبیان کی اہمیت تسلیم کی گئی، اور آج بھی ذرائع ابلاغ، نشر واشاعت کی سہولت اور پروپگینڈہ پبلسٹی کے دور میں اس کی قوت وتاثیر کو بڑا دخل ہے۔

اپنے بلند احساسات وپاکیزہ خیالات کے اظہار کیلئے ضروری ہے کہ اپنی زبان میں جوش، روانی، تسلسل اور برجستگی پیدا کیجائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب منصب نبوت اور اقوام وملل کی قیادت کی ذمہ داری سونپی گئی تو آپ نے ابو قبیس کی پہاڑیوں، کبھی صفا کی چوٹیوں اور فاران کی بلندیوں سے کبھی چھوٹے گروہ اور کبھی انبوہ وکثیر کو اپنی قوت خطابت اور طرز استدلال سے جھنجھوڑا۔

آپکے انداز میں کبھی نسیم سحر کی نکہت ہوتی، کبھی آب جو کی طرح ابلتا آبشار اور کبھی تیغ خوں فشاں کا انداز، اب بھی جب آپکی تقریریں پڑھی جاتی ہیں، تو دل میں ہلچل سی مچ جاتی ہے۔ خطابت کا فن محض سادگی وپرکاری سے دلوں میں اترنا اور ذہن ودماغ کو

جھنجھوڑتاہے قریش کے سامنے ایک مرتبہ تقریر کرتے ہوئے فرمایا ان الرائد لایکذب اھلہ واللہ لو کذبت الناس جمیعا ماکذبتکم ولو غررت الناس جمیعًا ماغررتکم واللہ الذی لاالہ الاھو انی رسول اللہ الیکم خاصۃ والی الناس کافۃ واللہ لتموتن کما تنامون ولتبعثن کما تستیقظون ولتحاسبن بما تعملون ولتجزون بالحسان احسانا وبالسوء سوءً ا وانھا الجنۃ ابدا او النار ابدًا۔ اس تقریر میں دیکھیے نازک جذبات کو کس طرح صیقل کیا گیا ہے۔ قوت استدلال کتنا شاندار و پرشکوہ ہے۔ الفاظ کا زیر و بم اور اسمیں یقین و خلوص کی کیسی جھلک ہے اس پر اپنائیت کے جذبہ نے مقرر کے خلوص و یقین کو دو آتشہ بنا دیا ہے، پھر مضامین توحید و رسالت اور مواد کے موثر طریقہ کو ملاحظہ فرمایئے۔ تقریر کا یہی انداز ہوتا ہے جو دلوں کو اپیل کرتا ہے۔

عزیزی مولوی محمد ناظم ندوی استاذ جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور نے تقریر کا پیش نظر مجموعہ ترتیب دیا ہے۔ اسمیں یہی اصول کارفرما ہیں۔ اچھوتے مضامین اور لب و لہجہ دعوتی و تحریکی ہے۔ علمی مواد اور طرز ادا کے ساتھ الفاظ کا خزانہ بھی وافر مقدار میں جمع کیا گیا ہے۔

عزیز موصوف کا قلم رواں اور شاداب ہے۔ اس سے پہلے بھی ان کے ترتیب کردہ مضامین پر اصحاب ذوق نے داد و تحسین سے انھیں نوازا ہے۔ میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یہ مجموعہ بھی زبان و بیان میں نکھار پیدا کرے گا۔ اور ذوق و شوق سے پڑھا جائے گا اور اس سے استفادہ کر کے بہت سے حضرات آنکھوں کو نور اور دل کو سرور بخشیں گے۔ خدا کرے یہ کاوش قبول ہو جائے اور ان کا قلم دکھی انسانیت کا درماں بن جائے۔

آمین۔!

(مولانا) جمیل احمد قاسمی (مدظلہٗ)

دارالعلوم دیوبند

دعا

الٰہی دے مجھے طرزِ تکلّم
مری آواز کو تو زندگی دے

مجھے افکارِ صالح بھی عطا کر
مری تحریر کو تابندگی دے

طارق بن ثاقب

اخلاصِ نیّت

نقش ہیں سب ناتمام! خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام! خونِ جگر کے بغیر

علامہ اقبال رحؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امّا بعد!

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الکریم

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ:۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

ؒ

نقش ہیں سب ناتمام! خونِ جگر کے بغیر

نغمہ ہے سودائے خام! خونِ جگر کے بغیر

صدرِ محترم، حاضرینِ جلسہ، اور عزیز ساتھیو!!۔۔۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے مجھے اور آپ کو فرصت دی، ایک موقعہ دیا۔ میں اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر آج اس مجلس میں ایک بڑی اہم بات آپ حضرات کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ مجھے امّید ہے کہ آپ توجہ، سکون اور اس پر عمل پیرا ہونے کی نیّت سے سماعت فرمائیں گے

حضرات! میں چاہتا ہوں کہ آج "اخلاصِ نیّت" پر آپکے سامنے کچھ کلام کروں، اخلاصِ نیّت ایک عظیم دولت ہے، اعمال واخلاق کا سنگِ بنیاد ہے، دردمندوں کے دل کے درمان اور کتابِ زندگی کا ایک انمول عمل ہے۔۔۔ انسان بڑے سے بڑا کام کرلے، وہ دینی قائد اور دنیوی پیشوا بن جائے، وہ بہترین مفسّر، شاندار مقرر، شعلہ بیان خطیب، اچھا انشاء پرداز، کامیاب مدرس، سرگرم تحریکی کارکن اور فصاحت و بلاغت کا امام بن جائے، وہ کتنا ہی باذوق، سلیم الطبع، حسّاس، ذہین، فطرت اور کتنی ہی سطح آب پر متوجہ پیدا کرنے والا ہو۔ وہ صبح وشام، شب وروز، الا اللہ کی ضربیں لگاتا ہو، گوشۂ تنہائی اور عزلت گزینی میں بسر اوقات کرتا ہو، اگر اسمیں اخلاصِ نیت

اور درد و سوز کا فقدان ہوگا، اسمیں جذب اندرون کی کمی ہوگی تو اس کی عبادات میں وہ لطافت و انوار نہیں آسکتے، اس کی تحریر و تقریر میں وہ اثر آفرینی نہیں ہو سکتی اس کے ادب و انشار میں وہ حلاوت و چاشنی پیدا نہیں ہو سکتی، اور انسان جو بھی کام کریگا اس کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ تھوڑی دیر کے لئے واہ واہ اور داد و تحسین سے ضرور اسے نوازا جا سکتا ہے، اس کی تقریر پر سر دھنا جا سکتا ہے اس کے ادب و انشار کی تعریف و توصیف کی جا سکتی ہے۔ لیکن یہ سب چیزیں وقتی ہوتی ہیں۔ سیلاب و آندھی کی طرح آتی ہیں اور گذر جاتی ہیں، صحرائی بگولوں کی طرح ایک طوفان آتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے۔ اس کا اثر تا دیر نہیں ہوتا، سرورِ عشق اور نورِ یقین پیدا نہیں ہوتا۔

جگر مرادآبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

واعظ کا ہر اک ارشاد بجا، تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں چہرے پہ یقیں کا نور نہیں

اقبال مرحوم نے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے ؎

صفیں کج دل پریشاں سجدہ بے ذوق
کہ جذبِ اندروں باقی نہیں ہے

محترم دوستو! اخلاصِ نیت اور درد و سوز سے ہر دینی کام، ہر عمل، ہر پیغام اور ہر اصلاحی کوشش میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور وہ عمل زندہ اور طاقتور بن جاتا ہے امام غزالی و دیگر اہلِ دل کی تصنیفات آج بھی زندہ و زندگی بخش ہیں، ان میں وہی قوت و تاثیر ہے، کسی نے صحیح لکھا ہے : کہ اخلاصِ نیت سے عبادات میں روحانیت

علم میں نورانیت، تعلیم وتدریس میں برکت وقوت، وعظ وارشاد میں تاثیر، تبلیغ ودعوت میں قبولیت، تصنیف وتالیف میں اثر ومقبولیت، سیاسی وتنظیمی کوششوں میں کامیابی ونتیجہ خیزی، تعلقات میں استواری، جماعتوں میں اتحاد، افراد میں ایثار ومحبت پیدا ہوتی ہے۔ غرض پوری زندگی کی چولی اپنی جگہ آجاتی ہے۔ اور ہر طرح کا ضعف و انتشار ختم ہو جاتا ہے! اور پھر مخلصین کی زبان میں وہ اثر ہوتا ہے کہ وہ دشمن کو دوست پتھر کو موم، اور غافلوں، فاسقوں کو تہجد گذار اور تقویٰ شعار بنا لیتے ہیں۔ انکے اخلاص اور سوزِ دروں کے نتیجہ میں انسان کا دل بدل جاتا ہے۔ مخلصین اور دردمند بزرگوں کے واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں بجلی کی تاثیر اور قوتِ تسخیر ہوتی ہے۔

حاضرینِ کرام!! آج ہمیں ضرورت ہے کہ ہمارا ہر عمل، ہر کام صرف اللہ کے لئے ہوں۔ اگر علم حاصل کر رہے ہوں تو رب کی خوشنودی کے لئے، عمل کر رہے ہوں تو اس میں بھی خدا طلبی کا جذبہ ہو، عبادات میں بھی سرورِ عشق ہو، کسی سے معاملہ کر رہے ہوں کسی سے گفتگو ہو، بازار میں ہوں مسجد میں ہوں، کہیں بھی ہوں۔ اخلاص و ہمدردی اور اخلاق ویقین کے نور سے ہمارا دل روشن ہو، ہماری ہر ہر ادا اور طرز میں امانت وللّٰہیت ہو۔ صحابۂ کرام کی طرح خلوص وللّٰہیت اور ایثار وقربانی کا جذبہ موجزن ہو، ہمارا مرنا، جینا، شادی وبیاہ سب اللہ کے لئے ہو، ہر طرزِ فکر اور ہر ذوق وتقاضہ میں إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ کی کرشمہ سازی ہو۔ جب یہ فکر وجذبہ کارفرما ہوتا ہے تو اس سے تحریکوں میں جان پڑ جاتی ہے کلام میں اثر اور عبادت میں حلاوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلاف کے تذکروں میں ہم نے

پڑھا ہے کہ انھوں نے اپنا پورا عمل اور مکمل نظام زندگی کو خالص اللہ اور اسکی رضا و خوشنودی کے لئے کر رکھا تھا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات میں ہے کہ کل قیامت کے دن معروف کرخی کو میدانِ قیامت میں حاضر کیا جائیگا وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے کوئی مست شرابی ہوتا ہے۔ تمام خلقت حیران ہو کر پوچھیگی یہ کون شخص ہے۔ آواز سُنائی دے گی کہ یہ ہماری محبت میں مست اور ہمارے دربار کا رند ہے۔ اس کو معروف کرخی کہتے ہیں۔ انھیں حکم دیا جائے گا کہ جنت کے اندر آجاؤ۔ وہ کہیں گے کہ نہیں خدایا میں نے جنت کے لئے تیری عبادت نہیں کی اس کے بعد ملائکہ کو حکم ہوگا کہ ان کو نور کی زنجیروں میں جکڑ کر کھینچتے ہوئے جنت میں لایا جائے۔[1]

حضرات! اب موقعہ ہے، فرصت ہے، ہم اپنے دل کو ٹٹولیں، نفس کا احتساب کریں اور دیکھیں کہ ہمارے عمل میں کتنا اخلاص پایا جاتا ہے، ہماری سرگرمیوں میں کتنی خدا کی خوشنودی ہے، ہم کتنے اغراض و منفعت سے بالاتر ہیں، خطابات و القاب سے کتنے بے نیاز ہیں، ہم طائرِ عقل و فکر کی آزادی میں کامیابی سمجھتے ہیں یا فکرِ آخرت کی کامرانی کو حقیقی کامرانی گردانتے ہیں۔ ہم میں قول و عمل کا تضاد تو نہیں گفتار و کردار میں بازی گری تو نہیں، ہمدردی و محبت کا برتاؤ کوئی شعبدہ تو نہیں۔ اگر جواب نفی میں ہے تو انشاء اللہ ہم کامیاب ہیں۔ ورنہ سخت دھوکے میں ہیں، ہمیں جائزہ لینا ہے، زندگی کو کامیاب بنانا ہے اور کامیاب زندگی درحقیقت اتحاد و عمل اور خلوص نیت میں ہے میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین! ——— وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

[1] فوائد الفواد صفحہ ۲

نعت
صلی اللہ علیہ وسلم

زندگی کا حسیں آئین بتلانے والا
پرچمِ نور اندھیروں میں اٹھانے والا

ظلمتوں سے جو پریشاں تھے یہی کہتے تھے
ایک مہتاب زمانے میں ہے آنے والا

شرک و بدعات کی دلدل میں پھنسا ہے آقا
شرک و بدعات کی دیوار کو ڈھانے والا

قتل و غارت کا ترے چاہنے والوں سے سلوک!
اور دشمن کو تو سینے سے لگانے والا

آرزو ہے کہ کروں میں بھی طوافِ کعبہ
کون سا دن مرے آقا ہے وہ آنے والا

خونِ تشبیہ نچوڑوں بھی تو حاصل کیا ہے
تجھ سا کوئی نہ تھا، کوئی نہیں آنے والا

نعت لکھ دی نئے انداز سے میں نے طارق
مرحبا کہہ اٹھا آئینہ دکھانے والا

طارق ابن ثاقب پورنوی

تذکرۂ رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ دانائے سُبل، ختم الرُّسل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا، فروغِ وادیِ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں، وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

(اقبال مرحوم)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ!

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

مرا منہ اور سرکارِ مدینہ کی ثنا خوانی
مجھے معلوم ہے اپنے سخن کی تنگ دامانی

جناب صدر! سامعین کرام، حاضرین جلسہ، میرا اور آپ سب حضرات کا اور تمام مسلمانوں کا حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے انتہائی والہانہ تعلق ہے اور یہ تعلق و محبت ہی ہماری زندگی کا سرچشمہ اور ہمارے درد کا درماں ہے، اس لئے اس نورانی محفل میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرکے ان کے خوشہ چینوں اور عقیدت مندوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ شاید ابرِ رحمت اور سحابِ کرم کے چھینٹے اس خزاں رسیدہ چمن کو بادِ بہاری عطا کردیں، جس سے ایمانی افکار اور اخلاقی قدروں کے پھول کھل جائیں۔ ورنہ میری کیا مجال، میری زبان میں وہ طاقت کہاں اور میری بساطِ علم ہی کیا ہے۔ کہ انسانِ اعظم اور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر روشنی ڈال سکوں۔ اور اپنی اس زبان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ

کرسکوں ــــــــ کسی نے سچ کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمالِ بے ادبی است

حضرات! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی حیاتِ طیبہ پر آج تک ہزاروں، کروڑوں افراد نے عقیدت و محبت کے گلدستے پیش کئے ہیں۔ کروڑوں انسانوں نے اس قافلۂ بہاری کے نرم جھونکوں میں آرام کیا ہے۔ ایک جمِّ غفیر نے اس کاروانِ عزیمت و ہمت کو اپنے قلم و قرطاس کی سلامی دی ہے، بہت سے حضرات نے چمن کے ذرّے ذرّے کو شہید جستجو کرنے کے لئے کتابِ زندگی کے لکھو کھا اوراق جمع کئے ہیں۔ اس عالمی کردار کو سیرنگاری کے ذریعہ افقِ دنیا پر پھیلانے کی کاوشیں کی ہیں۔ ہزارہا کتابیں وجود میں آئیں، لکھوکھا صفحات پر مہر و محبت اور عقیدت و احترام کا جذبہ کارفرما ہے۔ اور قیامت تک نہ معلوم کتنے صفحات دامنِ عقیدت سے وابستہ ہوں گے۔ کتنے خطیب و مقررین اپنی شعلہ سامانیوں سے اس ہستی کو خراجِ تحسین پیش کریں گے۔ میں بھی چاہتا ہوں کہ عقیدت مندوں میں میرا بھی نام آجائے۔

لیکن دوستو! میں حیران ہوں، پریشاں ہوں، دل میں خیالات کا ایک سیلاب آتا ہے گرداب کی طرح سمٹ جاتا ہے۔ سوچ رہا ہوں

کتابِ زندگی کا کون سا ورق کھولوں، چمنستانِ سیرت کا کون سا گلدستہ پیش کروں گلشنِ حیات کی کس کس خیابان و روش کا تذکرہ کروں، افکار و اعمال کا باب کھولا جائے، یا اخلاق و اقدار کا، شجاعت و بسالت کی سرگزشت بیان کی جائے یا طہارت و پاکیزگی کی، عدل گستری کا تذکرہ کیا جائے یا نجی زندگی کا، رعایا پروری کا مطالعہ کیا جائے یا حقوق پسندی کا دشمنوں اور خون کے پیاسوں کے ساتھ آپ کے طرزِ زندگی پر گفتگو کی جائے یا دوست و احباب کے تعلقات کا تجزیہ کیا جائے۔ آپ کی سیرت ہمہ گیر، ہمہ جہت و ہمہ جو دکھائی دیتی ہے، کمالات کا کوئی پہلو بھی تشنہ نہیں ہے، آپ کی زندگی بیک وقت تہذیب و تمدن، معاشرت و اخلاق، سیادت و قیادت، امارت و حکومت جہد و مشقت، توکل و انابت، صبر و قناعت، زہد و عبادت، مروت و شجاعت اور کمال علم و اخلاق کا حسین سنگم دکھائی دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئیس سال کے ایک مختصر سے عرصہ میں ایک حیرت انگیز انقلاب برپا کیا، عالم اسلام کا انتشار اور انسانیت کا بحران ختم کیا، فلاح و بہبودی کا وہ کارنامہ انجام دیا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

آپ کی زندگی بیک وقت، ایک حاکم، ایک امیر، ایک معلم ایک وزیر ایک افسر، ایک داعی، ایک فلسفی، آقا، ملازم، فاتح، سپاہی، جج، وکیل مزدور، تاجر، باپ، شوہر کی زندگی کا مجموعہ ہے۔

اتنی جامع اور ہمہ گیر شخصیت کا وجود آج تک نہیں ہو سکا۔ اس لئے ان پر سخن سرائی کی مجال اس پر سیر حاصل بحث مجھ جیسے زبان و بیان سے عاری شخص کے لئے مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

" سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی مثال ایک جوہڑ کے کھڑے پانی کی نہیں کہ جس کے ایک کنارے کھڑے ہو کر ہم بیک نظر جائزہ لے ڈالیں۔ وہ ایک بہتا ہوا دریا ہے جس میں حرکت ہے روانی ہے کشمکش ہے۔ موج و حباب ہیں سیپیاں اور موتی ہیں اور جس کے پانی سے مردہ کھیتوں کو مسلسل زندگی مل رہی ہے اس دریا کا رمز آشنا ہونے کے لئے اس کے ساتھ رواں رہنا پڑتا ہے، آپ کی زندگی کا جائزہ لینے کیلئے حکومت و جہانبانی کے اصول دیکھنے پڑیں گے۔ معاشرت کے طور طریقوں کی چھان بین کرنی پڑے گی۔ فاتح کے خیالات کی رفعت کا اندازہ لگانا ہو گا جائزہ لینا پڑے گا کہ مفتوح قوم کی نفسانیت کیا ہوتی ہے، قوموں کا مزاج کیسے بدلا جاتا ہے، لڑاکو قوم کو شیر و شکر کیسے بنایا جاتا ہے، حق کی مشعل بلند کر کے اضطراب و سراسیمگی کیسے پیدا ہوتی ہے۔ بین الاقوامی تنظیموں کو کیسے چلایا جاتا ہے، دعوت و تحریک کے ذریعہ رقص و موسیقی اور شعر و شراب میں مگن قوم کو کس طرح محبت و عقیدت کا درس دینا پڑتا ہے، جنگی پالیسی اور دفاعی تدابیر کے قوانین کیا ہوتے ہیں، شوہر کی ذمہ داریاں کیا ہوتی

ہیں معلم قدس کا منصب کون سی ذمہ داریاں عائد کر رہا ہے، فیصلہ کرنے میں کیا چیزیں ملحوظ کرنی پڑتی ہیں، سیاسی، سماجی، پالیسیاں کیا ہوتی ہیں۔ اخلاق و اقدار کی مشعل کے کیا ضابطے ہیں، فکری و ذہنی گرہ کھولنے کا کیا طریقہ ہے مردم سازی و مردم گری کیسے ہوتی ہے، غرض کائنات و مافوق الکائنات اشیاء کی تمام حقیقتوں اور اصول و ضابطوں کو جانچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی حیاتِ طیبہ کو ہم جانچ سکتے ہیں کہ کس طرح فطرت نے اسمیں گلکاری کی ہے اور کس طرح ہر گوشہ مکمل تابانی و درخشاں زندہ و زندگی بخش ہے۔

محترم حضرات! حقیقت یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چند خیر و فلاح کی باتیں بتلانے کے لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے، افرادِ انسانی کو کردار کے سانچے میں ڈھالنا یا ان کی تعلیم و تربیت ہی کے لئے آپکا انتخاب نہیں ہوا تھا، ظلمت کدوں میں روشنی کے چراغ جلانا ہی آپ کا منصب نہ تھا، کسی خلوت میں بیٹھکر ذکر و اذکار یا تلاوت و عبادت ہی آپ کا مقام نہ تھا، شر پسندی اور مخالفت و مزاحمت کے طوفانوں کو ختم کرنا ہی آپ کا زاویۂ نگاہ نہ تھا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ حیات تو ایک ہمہ گیر، صالح اور مفید انقلاب برپا کرنا تھا، آپ تو تمدن و ثقافت کی ایک صبحِ عالمتاب چاہتے تھے، ماحول کی تیرگیوں کے خلاف مسلسل جدو جہد اور نبرد آزمائی

اپنا فریضہ تصور کرتے تھے، نظامِ تہذیب و معاشرت کی تعمیر نو چاہتے تھے
آپ تو اپنے ہاتھوں میں ایک ایسی جھلملاتی مشعل دیکھنا چاہتے تھے جو
آندھیوں، طوفانوں، اور متنوع حالات میں نشانِ راہ ہو۔ اور پوری
انسانیت اسی سے روشنی حاصل کرے۔ آپ تو انسانیت کو نئے اعتقادی
و اخلاقی سانچے اور بہترین تنظیمی رشتے میں پرونے کے لیے تشریف لائے
تھے۔ آپ نے مکمل نظامِ زندگی اور الملک للہ، الحکم للہ کا وہ
ہمہ گیر تخیل پیش کیا، بلکہ اس کی تاسیس کرکے اسے عملی جامہ پہنایا، جس نے
پورے معاشرے کو آسمانِ ثقافت پر جگمگانے والے وہ اخلاق واقدار
کے گلدستے دیئے۔ جنھوں نے اپنی مکان سے پورے عالم کو مہکا دیا۔
جنھوں نے زبردست تحریک کے ذریعہ فکر و عمل، ذہن و شعور، اور نوعِ
انسانی کی گوناگوں عظمتوں کو درخشاں و تاباں بنا دیا۔ آپ نے احتسابِ
نفس، احتسابِ دین اور احتسابِ کائنات کے وہ ضابطے دیے، جنھیں
امت کی بیداری اور صالح قیادت کا پیام مضمر ہے۔

یہ حقیقت و واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عالمِ نو کے
فکری، عملی معمار کی سرگزشت ہے جس کے ہر شعبہ میں احتسابِ نفس و احتساب
کائنات کا درس ہے اور مسجد سے لیکر بازار تک، خلوت کدوں سے لیکر
جلوت کدوں تک، خانقاہی مزاج سے لیکر میدانِ جہاد تک، بدر و حنین

کے معرکوں سے لیکر عدول والنصاف کے ممبروں تک عبادت وتلاوت سے لیکر سیادت وقیادت تک صبغۃ اللہ کا رنگ چھایا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی اور دعوتِ فکر وعمل نے عرب جیسے صحرا کو ایک مدرسۂ فلاح میں تبدیل کر دیا اور نت نئے طوفانوں اور ہمہ جہتی مخالفتوں کے باوجود تیغ بستہ انسانیت کو شرارۂ عشق ومحبت کا ایک ایسا روشن چراغ عطا کیا جس کی روشنی نے دلوں کی دنیا بدل ڈالی اور ظلم وبربریت کے نیستاں کو جلا کر ایک ایسا شجر بار آور پیدا کیا جس کے سائے میں وہ مقدس جماعت پروان چڑھی جسے خالقِ ارض وسماں اور مالکِ کون ومکاں نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے زریں لقب سے نواز کر اعزاز بخشا۔

سامعینِ کرام! یہ صحابۂ کرام کی جماعت آپؐ کی مقدس زندگی کا پرتو ہے آپؐ کے اخلاق وکردار کا نمونہ ہے، آپؐ کی بہترین تنظیم، بہترین قیادت، انفرادی سدھار اور اجتماعی شیرازہ بندی کی آئینہ دار ہے، اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک بہترین اسوہ ونمونہ ہے۔ زندگی کے کسی گوشے سے بھی تمہارا تعلق ہو، کسی بھی شعبۂ حیات سے تم وابستہ ہو تمہاری اتباع وتقلید کیلئے کامل اسوہ موجود ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے ایک مرتبہ تقریر کے دوران فرمایا تھا۔

"اگر تم دولتمند ہو تو مکّہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی پیروی کرو اگر غریب ہو تو شعبِ ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی داستان سنو، اگر تم بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر تم رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر تم فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نظر کرو، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ اُحد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاذ و معلّم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلّم قدس کو دیکھو، اگر تم شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے کی باتیں سنو، اگر تم واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر و محراب پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تم تنہائی اور بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکّہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوہ تمھارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتحِ مکّہ کا نظارہ کرو، اگر تم اپنے کاروبار اور نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار کو دیکھو، اگر تم یتیم ہو تو عبد اللہ اور آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو اگر تم بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے کو دیکھو، اگر جوان ہو تو مکّہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر تم سفری کاروبار میں ہو تو

بصری کے کارواں سالار کی مثالیں ڈھونڈو، اگر تم عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے داخل ہونیوالے ثالث کو دیکھو جو حجرِ اسود کو کعبہ کے ایک کونہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظرِ انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ اور عائشہ رضؓ کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو، اگر تم اولاد والے ہو تو فاطمہ رضؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی اور کسی حال میں بھی ہو تو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانے کیلئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور، محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جامعیتِ کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری زندگی، ہمارا مرنا جینا، اور ہمارا ہر عمل نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے طریقہ کے مطابق ہو جائے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

عظمتِ قرآن

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

(اقبال مرحوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ: مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ، الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ!

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْکَرِیْمِ۔ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ؀

صدرِ محترم، حاضرینِ عظام!! آج کی اس مجلس میں آپ حضرات کے سامنے "عظمتِ قرآن" کے موضوع پر مختصراً اظہارِ خیال کرنا چاہتا ہوں۔ قرآنِ پاک اللہ کا کلام اور امتِ مسلمہ کی روح ہے۔ وہ تڑپتے دل کی فریاد اور سسکتی روح کا علاج ہے۔ اس نے درندہ صفت انسانیت کو جھنجھوڑ کر ایک حیات آفریں پیغام دیا، ظلم و بربریت کی خونیں دلدل میں پھنسے ہوئے انسانوں کو امن و انصاف عطا کیا، اس نے بدوؤں کو ساربان و سالارِ کارواں بنایا، وحشت و جہالت کے اندھیاروں میں علم و عرفان کے دیئے روشن کئے، مردہ دلوں میں ایمان و ایقان کی بادِ بہاری پیدا کی، عرب و اسلام کی عظمت کا سکہ چہار دانگِ عالم میں بٹھایا، اس نے گونگوں کو زبان عطا کی، فصاحت و بلاغت کے شہ سواروں کو چیلنج کیا، اس نے احتسابِ نفس اور احتسابِ کائنات کے پیغام سے دنیا کو روشناس

کرایا اور پوری انسانیت کو بیدار کر کے ان کے دلوں میں عزت و حرمت امانت و دیانت، عصمت و عفت، مروت و شجاعت، کرم و سخاوت اور صالح معاشرہ کی تعمیر کی۔ اس کے ایک ایک لفظ، ایک ایک کلمہ، اور ایک ایک طرزِ تعبیر نے کائنات پر گہرا اثر ڈالا، اس کے پیغام نے ناخواندہ و جاہل معاشرہ کو قدوسیوں کے مقام پر کھڑا کر دیا۔

حضرات! اور تعجب یہ ہے کہ اس نے یہ حیرت انگیز کارنامہ صرف تیئیس ۲۳ برس کے عرصہ میں پیش کر دیا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کونسی کرشمہ سازی ہے، وہ کون سا جادو ہے، اس میں وہ کون سی کیمیائی طاقت ہے جس نے مردم گری و مردم سازی کا کام اتنی محیر العقول تابانی کے ساتھ کیا۔ دراصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کے متعلقات اتنے عظیم و بلند، نتیجہ خیز ہیں جن سے زیادہ رفعت و بلندی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، جن کی شوکت و سلطنت، اور قوت و عظمت کے آگے کائنات کا ذرہ ذرہ جبینِ عقیدت خم کرتا ہے۔

آئیے! اس کے متعلقات پر ایک طائرانہ نظر ڈالیں کہ یہ قرآن کس کا کلام ہے، کس کے واسطے سے نازل ہوا، کس شخصیت پر یہ اترا۔ اس کا زمانۂ نزول اور مقامِ نزول کیا ہے۔ یہ قرآن اس واجب الوجود کا کلام ہے جو تمام صفاتِ کمالیہ کو مستجمع ہے، جو بادشاہوں کا بادشاہ حاکموں کا حاکم اور آقاؤں کا آقا ہے۔ ازل سے ابد تک جس کا سکہ جاری ہے۔ جس کی اجازت کے بغیر درخت کا کوئی پتہ تک نہیں ہل سکتا۔

مرغزاروں میں شادابی نہیں آسکتی اور خزاں رسیدہ چمن میں بہار نہیں آسکتی، جس کی خدائی کے آگے تمام مخلوق ساکت وصامت رہتی ہے جسکی تعریف وتوصیف کی کسی قلم وزبان میں طاقت ہی کہاں ہے۔ صحیح ہے ؎

فرشِ زمیں سے عرشِ بریں تک تیرے ہی جلوے تیرے ہی سائے
ہر اک ذرہ تیرا ہی مظہر ——— اللہ اکبر، اللہ اکبر
ذرّے کو چاہے خورشید کر دے، صحرا کو چاہے گلزار کر دے
سب ایک قطرہ تو ہے سمندر، اللہ اکبر، اللہ اکبر

جب اس ذاتِ واجب الوجود کا یہ کلام ہے۔ تو اس کی شان و جلوہ گری اسمیں کیسے نہ ہوگی اور پھر یہ کلام نازل ہوا ہے جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے جن کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سید الملائکہ ہیں، سب سے افضل اور بارگاہِ خداوندی میں سب سے مقرب ہیں، حدیث پاک میں ہے افضل الملائکۃ جبرئیل۔ قرآنِ پاک میں بھی ان کی تعریف آئی ہے کہیں انھیں روح القدس کہا، کہیں روح الامین، کہیں طاقت والا۔ کہیں عرش کے پاس مقیم رہنے والا، کہیں انھیں امین کا خطاب دیا ارشاد ہے:۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝ کہ جبرئیل علیہ السلام ایک معزز، طاقتور قاصد ہیں، عرش پر ان کا مقام سب سے بلند ہے، سید الملائکہ ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ

امانت دار بھی جن کی طاقت تاریخی حقائق اور قرآنی شواہدات سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے قوم لُوط کی بستیوں کو اپنے بازوؤں سے اٹھایا اور آسمان پر لیجا کر پھر نیچے پٹخ دیا، اور قوم ثمود پر ایک زبردست چیخ ماری جس سے پوری قوم وہیں ڈھیر ہو گئی۔ چشم زدن میں آسمان سے نیچے اتر آنا اور زمین سے اوپر چلے جانا بھی آپ کی سرعت وطاقت کی دلیل ہے۔

بقیع الغرقد میں جناب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اصلی شکل میں دیکھا۔ کہ ان کا سر آسمان تک اور پاؤں زمین میں تھے اور مشرق سے مغرب تک خلا بھرا ہوا تھا۔ باریک ریشمی دیبا کا لباس زیب تن تھا۔ اپیر زمرد و یاقوت اور مروارید ٹنکے ہوئے تھے۔ ان کے چھ سو پر تھے۔ اس وجیہہ و مکرم اور پُروقار فرشتہ کے ذریعہ یہ قرآن نازل ہوا ہے اور نازل ہوا ہے اس ذاتِ گرامی پر جو خلاصۂ کائنات ہے، زمین و آسمان کی تخلیق ہی جس کے لئے ہوئی، جسمیں تمام انسانی کمالات جمع کر دیئے گئے وہ ذات جو غریبوں کا ملجا، یتیموں کا سہارا، بیواؤں کا آسرا، مظلومونکی حامی اور پوری انسانیت کی محسن ہے۔ جس نے اپنے اخلاق و کردار اور تعلیم و تربیت سے ایک مفید انقلاب اور صالح معاشرہ کی تعمیر کی۔ اور قرآن کے دستورِ حیات کے مطالعہ سے قوم کو متمدن و مہذب بنا دیا۔ جس کی مدحت و منقبت میں یہ مصرع حقیقت کا ترجمان ہے۔

ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو پھر یہ قرآن عظیم کیوں نہ ہوگا، اسمیں یہ کرشمہ سازی کیسے نہ ہوگی۔ جس کا اتارنے والا امین، واسطہ امین اور جس پر نازل ہوا وہ امین۔ اور اترا بھی ایسے مقام پر جسے حق تعالیٰ شانہٗ بلدِ امین کہہ کر پکارا، قرآن پاک میں جس کی قسم کھائی وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ۔ اور اس کعبۃ اللہ کی تعمیر میں قدوسیوں کا حصہ بھی ہے۔ آدم و خلیل علیہما السلام نے بھی اسکی تعمیر کی۔ جس پر روزانہ قدسیوں کی فوج تسبیح و تہلیل کرتی ہوئی اترتی ہے جس کے طواف سے کوئی لمحہ بھی خالی نہیں رہتا۔ جہاں ۔۔۔۔ ایک نماز پڑھنے سے ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور جب اس سرزمین سے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مدینہ منورہ ہجرت فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں اشکوں کا سیلاب تھا۔ کعبۃ اللہ پر آخری نظر ڈالتے ہوئے فرمایا تھا "کہ اے سرزمینِ مکہ تو مجھے روئے زمین پر سب سے زیادہ محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو میں تیرے علاوہ کہیں رہنا پسند نہ کرتا ۔۔۔ اور مدینۃ المنورۃ میں بھی قرآن نازل ہوا جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسند فرمودہ تھا۔

دوستو! اس کے نزول کے لیے مہینہ بھی وہ منتخب ہوا جو باجماع علماء تمام مہینوں سے افضل ہے جسمیں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور فرض کا ثواب ستّر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ جس مہینہ میں مومن کا رزق

بڑھادیا جاتا ہے، ابرِ کرم پوری قوت سے برستا ہے۔ رحمت خداوندی ہر فردِ بشر پر سایہ فگن ہوتی ہے۔ فرمایا:۔ شَہْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ۔ اور اس مہینہ میں بھی اس رات کا انتخاب فرمایا جس رات کی عبادت کو ہزار مہینے سے افضل قرار دیا۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ

حضرات! اندازہ کیجیے۔ جو ذاتِ خداوندی کا کلام ہو جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب و مکرّم فرشتے کے ذریعے اترا ہو، افضل المرسلین خاتم النّبیین، شفیعُ المذنبین، حبیب خدا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم جیسی مقدّس شخصیت پر نازل ہوا ہو بلدا مین اور مدینہ منورہ جیسے مقدّس مقامات کا اس کے لیے انتخاب ہوا، اور پھر رمضان کا مہینہ اور اس میں بھی شب قدر میں اس کا نزول ہو۔ تو پھر بتلائیے اس کلام سے اتنا صالح اور عظیم انقلاب کیوں نہ ہو گا۔ اس سے علم و معرفت کی روشنی کیسے نمودار نہ ہوگی۔ اس سے مردم گری اور مردم سازی کا کارخانہ کیسے تیار نہ ہو گا۔ اس سے جمود و تعطّل، بے حسی، انتشار و اختلاف، اور اقتصادی بحران کیسے دور نہ ہو گا۔ اس سے تشخص، ثقافت اور تمدّنی جلوہ گری کیسے نہ ہوگی، اس سے حکمت و دانش کے ضابطے کیسے نہیں ملیں گے۔ اس کا ایک ایک لفظ کائنات کی تمام اشیاء سے بڑھ کر کیسے نہ ہو گا۔ اس کے ایک ایک حرف پر دس دس نیکیاں کیسے نہیں ملیں گی۔ اس کے

پڑھنے والوں کو شاہی القاب سے کیسے نہ نوازا جائے گا۔

حضرات! یہی وجہ ہے کہ قرآن اتنا عظیم ہے۔ اسمیں علم و معرفت کے خزانے بھی ہیں، اور تجارت و معاشرت کے اصول بھی اسمیں تغیر پذیر زمانہ کے لئے روشن ضابطہ بھی ہے اور متمدن دنیا کے لئے ضابطۂ اخلاق بھی، آج دنیا اگر رفعت و عظمت حاصل کرنا چاہتی ہے تو وہ صرف اور صرف اس قرآن کی وجہ سے کرسکتی ہے۔ عزت و سکون اگر نصیب ہوسکتا ہے تو اسی قرآنِ حکیم کی بدولت۔ مبارک ہیں ـــــ وہ لوگ جو قرآن کو سینے سے لگائے رکھتے ہیں اور اس کی عزت و عظمت میں اپنی توقیر سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

جو ترے قول کی تقدیس سے کرتے ہیں گریز
خاک کر دے انھیں، مٹی کے برابر کر دے

ـــــ طارق بن ثاقب

نور و ظلمت کا تصادم

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے شرارِ بولہبی

اقبال مرحوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا۔ اَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ
جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا۔

ستیزہ کار رہا ہے، ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفویؐ سے، شرارِ بولہبی

صدرِ محترم، سامعینِ کرام، حاضرینِ جلسہ۔ اس عظیم محفل اور مبارک مجلس میں حق و باطل کی معرکہ آرائی اور نور و ظلمت کے تصادم کے متعلق کچھ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

حضرات! ازل سے ابتک یہ دستور چلا آرہا ہے کہ جب بھی حق کی طاقت سامنے آتی ہے اور حق کی روشنی پورے عالم کو منور کرنے لگتی ہے تو باطل اپنے آلات سے لیس ہو کر میدان میں آجاتا ہے۔ یا یوں کہہ لیجئے کہ جب بھی ضلالت و گمراہی عام ہونے لگتی ہے ہر طرف سفاکی، عیاری، غارت گری پھیل جاتی ہے۔ تو حق کی طاقت ضلالت و گمراہی کا خاتمہ کرنے اور اس ظلم و ستم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے میدان میں آجاتی ہے۔ پھر حق و باطل کی طاقتوں میں ٹکر ہوتی ہے۔ باطل طرح طرح سے کوششیں کرتا ہے کہ حق کی طاقت کو پاش پاش کر دے لیکن وہ خود ہی پاش پاش ہو جاتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ باطل کی طاقت جب بھی میدان میں آئی تو حق نے ہمیشہ آگے بڑھ کر اس قوت کو ختم کر ڈالا۔ اور جب بھی کبھی فرعونِ وقت نے سر اُبھارا، عصائے

موسیٰ کی ضرب نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے۔ دنیا میں سیکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں فتنوں نے جنم لیا لیکن جب بھی کوئی فتنہ ابھرا تبھی کسی صف شکن قوت نے اس کا قلع قمع کر دیا تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ فتنۂ ارتداد کو کچلنے کیلئے سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ، خوارج کو ختم کرنے کے لئے حضرت علی رضؓ، بنی اُمیہ کے مظالم کو مٹانے کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ، اخلاقی انحطاط کی اصلاح کے لئے حسن بصریؒ، فتنۂ خلق قرآن کو فرو کرنے کے لئے امام احمد بن حنبلؒ، فتنۂ اعتزال کے لئے ابوالحسن اشعریؒ، فلسفۂ یونان کے الحاد کے لئے امام غزالی رحؒ، مردہ دلوں کی مسیحائی کے لئے شیخ عبدالقادر جیلانی رحؒ، صلیبی لڑائیوں کے لئے نورالدین زنگی، صلاح الدین ایوبیؒ، تاتاری شہنشاہوں کے قلوب کو گرمانے کے لئے جلال الدین رومیؒ، ہندوستان میں اسلامی تحریک چلانے کے لئے خواجہ معین الدین چشتی رحؒ، شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ، شاہ ولی اللہ، سید احمد شہیدؒ، الحادِ اکبری کے لئے مجدد الف ثانی رحؒ، برطانوی سامراج کے مقابلہ کے لئے مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، مسیحیت کی بیخ کنی کے لئے مولانا محمد علی مونگیریؒ، حافظ رحمت اللہ کیرانوی، قادیانیت مرزائیت کی شورش فرو کرنے کے لئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ، عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔ یہ حضرات میدانِ عمل میں آئے۔

ان بزرگوں نے اسلام میں نئی قوت و حرکت اور مسلمانوں میں نیا ایمان اور نئی زندگی پیدا کی۔ یہ افراد ذہنی، علمی، اخلاقی اور روحانی ہر اعتبار سے اپنے زمانہ کے ممتاز ترین افراد تھے۔ طاقتور و دلاویز شخصیتوں کے مالک تھے۔ جاہلیت و ضلالت کی ہر نئی ظلمت کے لئے ان کے پاس کوئی نہ کوئی یدِ بیضا ضرور تھا!

اسلام میں جس نے بھی رخنہ پیدا کیا۔ اسلام کی تعلیمات کے خلاف جس نے بھی

آواز اٹھائی حق کے مقابل جو بھی نبرد آزما ہوا۔ آج ان کا حشر دنیا والوں کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ تاریخ کے اوراق میں ان کا انجام آج بھی دیکھا جا سکتا ہے ان کی آواز و بادی گئی، باطل کو چکنا چور کر دیا گیا۔ ان کے قلعوں کو منہدم کر دیا گیا۔ انکے بالمقابل حق ابتک اسی طرح تاباں و درخشاں ہے، زندہ اور زندگی بخش ہے۔

آپ پچھلی داستان پڑھ کر دیکھ لیجئے، واقعات کی ترتیب زمانی ملاحظہ فرمایئے۔ دیکھئے مسیلمہ کذاب، طلیحہ اسدی، سجاح، ابوطاہر جبائی، عبید بن میمون، حسن بن صباح، بہاؤ الدین ایرانی، اور غلام احمد قادیانی کا کیا انجام ہوا ــــــ اسی طرح اسلام کی روشنی کو گل کرنے کے لئے تاتاریوں نے بے شمار مسلمانوں کو قتل کیا، ہزاروں اسلامی تصنیفات ضائع کیں۔ اسپین میں تیرہ لاکھ مسلمان جلا دیئے گئے۔ ان کی لائبریریاں تباہ کر دی گئیں۔ قرآن کے بہت سے نسخے دریا برد کر دیئے ــــــ اسلام کے قلب پر ہزاروں حملے ہوئے۔ ایک طرف باطنیت اور اس کی شاخیں اسلامی روح اور اس کے نظام عقائد کے لئے سخت خطرہ کا باعث تھیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کو زندگی سے بے دخل کرنے کے لئے صلیبیوں کی یورش اور تاتار کا حملہ کافی تھا۔

لیکن ان سب کے باوجود کیا حق مٹ گیا، کیا اسلام کا دنیا سے خاتمہ ہو گیا۔ کیا مسلمانوں کی تعداد میں کچھ کمی ہو گئی، کیا ان کے علوم و فنون ختم ہو گئے، کیا ان کی اقدار و روایات ختم ہو گئیں۔ نہیں بالکل نہیں۔ بلکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اسی باطل کے نرغہ میں حق کے حامی کھڑے ہو گئے۔ انھیں صنم خانوں میں حق و اسلام کے پاسبان مل گئے ــــــ اقبال مرحوم نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے ⁂ پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

محترم حضرات!! مختصر یہ کہ حق وصداقت کو ان موجوں سے ہمیشہ سابقہ پڑا ہے۔ ان میں بعض موجیں اس قدر بلند ہوئیں کہ انھوں نے آسمان کو چھولیا، لیکن اس کے بعد سمندر کی تہ میں ہمیشہ کے لیے سوگئیں۔ کتنی باطل طاقتیں نمودار ہوئیں، کیسی کیسی حکومتیں وقیادتیں ظاہر ہوئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی بساط اُلٹ گئی، ان کا نام لینے والا دنیا میں کوئی باقی نہ رہا، البتہ حق اسی طرح روشن ہے اسلام اسی طرح زندہ ہے، صداقت اسی طرح اپنی کرشمہ سازی میں مصروف ہے اُمت بھی وہی ہے اور اس کا پیغام بھی وہ ہی۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

لیکن دوستو! آج مسلمان کی حالت پھر ناگفتہ بہ ہے۔ آج پھر وہ در در کی ٹھوکریں کھارہا ہے، آج پھر اس کی زندگی بدنصیبی کے دوراہے پر کھڑی اس کی حالتِ زار کا تماشہ دیکھ رہی ہے۔ اس کی بے چارگی پر ماتم کررہی ہے۔ اور اس کا عملی قدم یہ ہے کہ کاسۂ گدائی لیے اقتدار کی ڈیوڑھی پر سرِ تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔ مگر ہائے افسوس!!

ہم کو ان سے وفا کی ہے اُمید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

بنی اسرائیل نے سینکڑوں سال تک دیوارِ گریہ سے ٹیک لگائے آنسوؤں کے دریا بہا دیئے۔ اقتدار سے اپنی زندگی کی بھیک مانگتے رہے۔ مگر نتیجہ اس وقت نکلا جب انھوں نے میدانِ عمل میں قدم رکھا۔ ان کے بازوؤں میں ماتمی زنجیروں کے بجائے شمشیر وسنان نظر آنے لگے اسی وقت سے ان کی کایا پلٹ گئی۔

اقبال مرحوم نے کہا تھا ؎

میں تجھکو بتاتا ہوں تقدیرِ اُمم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

اس وقت اُمتِ مسلمہ کے لیے نہ کسی دیوارِ گریہ کا سہارا ہے، نہ کسی مُقدس صلیب کا۔ ہمیں بہرحال اس دنیا کی آغوش میں جینے کا عزم کرنا ہے۔ عزم ہی نہیں بلکہ اپنی تمام ملی خصوصیات کو حیاتِ نو بخشنی ہے۔ ہم فقط زبوں حالی و پریشانی ہی نہیں بلکہ دنیا کے سارے خطرات کو دور کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ شرط یہ ہے کہ ہم جدوجہد مسلسل کوشش اور عزم و ہمت کی مشعلیں روشن کریں۔ اپنے قوانین پر سختی سے کاربند ہو جائیں۔ اپنی زندگی میں ہلچل پیدا کریں۔ کیونکہ کسی قوم کی زندگی میں تغیر اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب کہ وہ قوم خود بھی چاہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔

آئیے! آج ہم یہاں سے عہد لیکر اٹھیں کہ اپنے اندر انقلاب پیدا کریں گے حق و صداقت کی آواز بلند کریں گے۔ ہر چہار دانگ عالم میں اسلام کے جھنڈے لہرا دیں گے۔ اور جیسا حق چاہتا ہے۔ ایسا تغیر پیدا کر دیں گے۔ اور یہی دعوت دے کر اپنی بات ختم کرتا ہوں ؎

آؤ مل کر انقلاب تازہ تر پیدا کریں
دہر پر اسطرح چھا جائیں کہ سب دیکھا کریں

السلام علیکم

وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ

روحانی تبدیلی

یا

اصلاحی انقلاب

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ اُمم کی حیات کشمکشِ انقلاب
(اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الکریم۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال خود اپنی حالت بدلنے کا

محترم حضرات! سامعین کرام، حاضرین جلسہ۔ مسلمان آج کل جن پریشانیوں سے دوچار ہیں جس طرح وہ ہر جگہ مصیبت کی زندگی بسر کر رہے ہیں وہ سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ آج امتِ مسلمہ ایک نازک موڑ سے گذر رہی ہے۔ ہر جگہ اضطراب و مایوسی کے عالم میں ہے۔ قسم قسم کے اس پر حملے ہو رہے ہیں طرح طرح سے اُسے ستایا اور آزمایا جا رہا ہے، کہیں ظلم و ستم کی چکی میں پیس کر اس کا امتحان لیا جا رہا ہے، کبھی اس کے معصوم بچوں کو شہید، عورتوں کو بیوہ کر کے اسے آزمائش میں ڈالا جاتا ہے کبھی اس کے فکر و نظر پر حملہ کر کے اس کی جانچ کی جاتی ہے۔ یہ دنیوی قاعدہ نہیں، بلکہ خدائی قانون بھی یہی ہے اللہ تعالیٰ بھی رنج و الم اور خوشی و مسرت دیکر انسان کو آزماتے ہیں لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔ تم کو آزماتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس آزمائش میں کون پورا اترتا ہے۔ اس امتحان میں کون اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوتا ہے؟

دوستو! لیکن آج کا مسلمان ان سب آزمائشوں کے باوجود اسی طرح اپنی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اسے کسی چیز کی پروا نہیں۔ وہ گرد و پیش کے ماحول سے بے خبر

اپنی کشتیِ حیات کو آگے بڑھا رہا ہے۔ اسے سوچنے کی فرصت نہیں، سمجھنے کیلئے اسکے پاس وقت نہیں۔ وہ صرف کھانے پینے اور سامانِ راحت جمع کرنے کی تگ ودو میں مصروف ہے۔ خدا کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ صحابۂ کرام اور اسلاف کے کردار کو پامال کر ڈالا ہے۔ اسلام کی صحیح روشنی اس نے چھوڑ دی۔ اپنے ملی سرمایہ کو خیر آباد کہہ دیا ہے۔ اگر اسے فکر ہے تو پیٹ کی، اگر اسے سوچ ہے تو اونچے اونچے اور بلند بلند مکانات تعمیر کرنے کی۔ اگر اس کی خواہش ہے تو مال و دولت جمع کرنے کی۔ اور اگر اس کی تمنا ہے تو دنیا کے بڑے بڑے منصب اور عہدے حاصل کرنے کی۔ انسان یہ سوچتا ہے کہ وہ تمام سامانِ راحت جمع کر کے پریشانیوں سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ اسے سکون کی منزلیں نصیب ہو سکتی ہیں تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ اگر اسے سکون و راحت چاہیے تو اسے اور صرف اپنے ملی تشخص، اپنے کو قرآن کے سانچے میں ڈھالنے۔ اسلام کا سچا سپاہی بننے اور خدا کی یاد میں مل سکتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق بڑھانے کے ساتھ رشتۂ محبت استوار کرنے میں مل سکتی ہے۔

حضرات!۔ ایسے نازک حالات میں جب کہ چہار دانگ عالم سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں منظم طور پر تحریکیں اس ملتِ اسلامیہ کو کچلنے کیلئے چل رہی ہیں۔ مسلمانوں کو بھی بیدار ہو جانا چاہیے؟

اللہ تعالیٰ اسی وقت اس قوم میں تغیر و تبدیلی پیدا کرتے ہیں جب وہ قوم خود بھی اپنے اندر انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ مسلمانوں کو چاہیے اپنے

تنِ مردہ میں جان ڈالنے کی سعی کریں۔ اپنے جسم میں رُوحانی تبدیلی اور اصلاحی انقلاب پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ہماری یہ تمنا ہو کہ ہم آکاش کی بلندیوں تک پہونچیں ستاروں پر کمندیں ڈالیں۔ پوری دنیا میں اسلامی انقلاب پیدا کریں۔ کائنات کی ساری چیزیں ایک ہی پروردگار کو اپنا مشکل کشا سمجھیں۔ اسی کے آگے اپنا سر جھکائیں؟

صحابۂ کرام رض کے دل و دماغ میں یہی بات تھی۔ انھیں اپنے پیٹ سے زیادہ اصلاحی تبدیلی کی فکر تھی۔ انھیں فلک بوس عمارتوں سے پہلے اپنے اطراف سلطنت کے دوسرے بھائیوں کی بے بسی و بے کسی کی فطرت تھی۔ اس لئے ان کی ذات سے دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا ہو گیا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ جنھیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔ تو تمام مدینہ والے چشم براہ تھے۔ آپ کے قدموں کے نیچے پلکیں بچھانے کیلئے تیار تھے۔ تمام یہی چاہ رہے تھے کہ حضور میرے یہاں قیام فرمائیں، ہمارے یہاں مہمان بنے۔ ہمیں آپ کی خدمت کا شرف حاصل ہو۔ بہت سے حضرات نے آپ سے اصرار فرمایا ــــ لیکن آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی جہاں بیٹھ جائے گی وہیں قیام ہو گا۔ یہ مامور ہے۔ یہ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رض کے گھر کے آگے بیٹھی۔ یہ شرف میزبانی انھیں حاصل ہوا کتنے خوش نصیب تھے آپ۔ اور کتنی محبت تھی آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام سے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی تڑپ اور بیداری کی اتنی زبردست خواہش

آپ کے قلب و جگر میں موجزن تھی۔
سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جب قسطنطنیہ پر فوج کشی کی گئی، قسطنطنیہ مشرقی کلیسا کا مرکز تھا اس لیے رومیوں نے پوری مدافعت اور بھرپور حملہ کی تیاری کی۔ مسلمانوں میں بھی اسلامی انقلاب کی وجہ سے زبردست جوش و ولولہ تھا۔ بار بار شوق شہادت کی تمنائیں لے کر آگے بڑھے۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ قسطنطنیہ کی فتح کی خوشخبری رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے دے رکھی تھی اس لڑائی میں جوش و جذبہ اور حوصلہ و استقامت کی ایک تصویر جب نگاہ کے سامنے آتی ہے تو دل دہل جاتا ہے، آنکھوں میں چمک سی دوڑتی ہے اور ذہن و دماغ میں ایک ہلچل سی پیدا ہوتی ہے۔ یہ تصویر سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ نحیف و نزار، لاغر و ناتواں۔ کمزور ہڈیوں کا ڈھانچہ، بڑھاپے کا ضعف، جسم پر گوشت کا صرف نام ہی نشان، بہت نڈھال لیکن اسلامی حمیت۔ دینی غیرت اور مذہبی جوش، خدا کی پناہ۔ آواز میں ایسی کڑک، گفتار میں ایسا اعتماد جو انقلاب پیدا کرنے کے لئے کافی۔ راستہ میں بیمار ہو جاتے ہیں۔ ہر چند کوشش بھی کی جاتی ہے کہ پیچھے لوٹ جائیں۔ لیکن آپ نے فرمایا اگر مر جاؤں تو گھوڑے کے پیٹ سے میری لاش باندھ دینا تاکہ دور تک اسلام کا نام روشن ہوتا چلا جائے۔ محاصرہ کے دوران جب بے محابا دشمنوں سے لڑائی ہو رہی تھی حضرت ابو ایوب انصاری مرض الموت میں مبتلا ہو گئے۔ آخری سانس جاری ہے، موت کا فرشتہ روح نکالنے کیلئے کھڑا ہے۔ یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا اگر کوئی وصیت ہو تو آپ فرمائیں۔

توآپ نے فرمایا جہاں تک ممکن ہوسکے دشمن کی سرزمین میں لے جاکر دفن کرنا تاکہ خدا کے سامنے کہہ سکوں کہ دشمن سے لڑائی کرتے کرتے انھیں کی سرزمین میں دفن ہوگیا ہوں۔ چنانچہ انتقال کے بعد آپکی لاش قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے لے جاکر دفن کی گئی۔ اور مسلمانوں نے رومیوں سے کہدیا کہ اگر تم نے لاش کی بے حرمتی کی تو پھر اسلامی سلطنت کے اطراف میں کبھی ناقوس نہ بج سکے گا سلطان محمد فاتح نے جب قسطنطنیہ کو فتح کیا تو آپؓ کے مزار پر مقبرہ بنوایا اور اسی سے متعلق مسجد بنوائی جو جامع ایوّب کے نام سے مشہور ہے۔

حضرات! یہ حضرات تھے انھوں نے خود کو انقلاب کا علمبردار تصور کر لیا تھا۔ اپنا اوڑھنا بچھونا اسلامی نشر و اشاعت بنالیا تھا یہی وجہ ہے کہ وہ پوری دنیا پر چھاگئے تھے۔ آج اسی اسلامی فکر پر حملے ہوں۔ ہمیں منظم طریقہ سے کچلنے کی سازشیں ہوں۔ ہماری اذانوں پر پابندی لگے۔ ہمارے قرآن پر چیلنج کیا جائے ہماری عورتوں کی عصمت دری کی جائے۔ لیکن ہماری غیرت برداشت کرلیتی ہے۔ ہماری حمیت کو سانپ سونگھ جاتا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں انقلابی کردار بیدار نہیں ہوتا؟ ہمارے قلب و جگر کی انگیٹھی سرد پڑ جاتی ہے۔ ہماری رگوں میں خون منجمد ہوجاتا ہے۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہمارے اندر مذہب و شریعت کی محبت نہیں رہی ہے دین سے دوری پیدا ہوگئی ہے۔

دوستو! حقیقت ہے جب بھی کوئی فرد بیدار ہوتا ہے۔ یا کوئی بھی انسان اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی ٹھان لیتا ہے اور جب بھی کوئی قوم بے حسی چھوڑ کر میدانِ عمل میں آجاتی ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اس کی مردانہ ہمت، بے باکانہ جرأت اور قلندرانہ کردار کے آگے سب جواب

دے دیتے ہیں۔

لیکن اسے اپنے اندر حیرت انگیز تبدیلی پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اپنے عزائم میں پختگی، اپنے استقلال میں پامردی اور آنکھوں میں بے باکی کی ضرورت ہوتی ہے اس کے اندر اسے بہت سی کٹھنائیوں اور دشواریوں سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ اسے جبر واستبداد اور ظلم وستم سے بھی واسطہ پڑتا ہے اُسے مشکلات اور مصائب کی سختیاں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں دراصل ایسے ہی افراد اور ایسی ہی قوموں نے تاریخ کی کایا پلٹی ہے۔

ایک شاعر نے اس کی پوری ترجمانی یوں کی ہے ؎

کانٹوں میں جو کھلتا ہے شعلوں میں جو پلتا ہے
وہ پھول ہی گلشن کی تاریخ بدلتا ہے

محترم حضرات!! آج مسلمان جس کس مپرسی کا شکار ہیں، دنیا انھیں تیز نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ ان کے وقار کو چیلنج کر رہی ہے، ان کی عظمت پر حملہ کر رہی ہے، اس لئے اُمت مسلمہ کے لئے وقت ہے کہ وہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جائے۔ اپنے اندر تغیر اور انقلابی کردار پیدا کرے خدا سے سچی محبت اس کے رسول سے سچا عشق اور اسلام کے صحیح اصولوں کو اپنائے۔ دنیا کی تمام چیزوں سے بڑھ کر اپنی شریعت کا پاس ولحاظ ہو اپنی اصلاح اپنے عزیزو اقربا کی، اپنے پڑوسیوں کی اور پوری امت مسلمہ کی اصلاح کی فکر ہو۔ اپنی پوری قوم میں اسلامی فکر و نظر اور عملی کردار کی فکر ہو۔ تب جا کر اُمتِ مسلمہ کے وقار کو، اسکے معاشرہ کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔ تبھی ہمیں حقیقی دولت اور ابدی

راحت نصیب ہو سکتی ہے۔

آئیے! خدا سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح سے اپنی رضا نصیب فرما دیں اور بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ اٹھا کر یوں کہیں ؎

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے
(اقبالؒ)

وَمَا تَوْفِيْقِىْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

(اقبالؒ)

ترا اندیشہ افلاکی نہیں ہے
تری پرواز لولاکی نہیں ہے
یہ مانا اصل شاہینی ہے تیری
تری آنکھوں میں بیباکی نہیں ہے

قرآن کا چیلنج

مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے

(علامہ اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قال اللہ فی القرآن الکریم۔ وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ صدق اللہ العظیم

جناب صدر، حاضرین جلسہ، اور عزیز ساتھیو! میں نے آپ حضرات کے سامنے قرآن پاک کی ایک چھوٹی سی آیت تلاوت کی ہے جس میں حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تمھیں پڑھ کر سناتے ہیں، اس کے علوم و معارف تمھارے سامنے بیان کرتے ہیں، اس کی صداقت و سچائی کا اعلان کرتے ہیں۔ اور تم یہ سمجھتے ہو، تمھارا خیال یہ ہے کہ یہ اسی کا کلام ہے، آسمانی وحی نہیں ہے۔ میری طرف سے نازل نہیں ہوا ہے تم میرے حبیب کو جھٹلاتے ہو، تم میں سے کہنے والے کہتے ہیں لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا۔ اگر ہم چاہتے تو اس جیسا کلام ہم بھی پیش کر دیتے۔ تو آؤ۔ تمھارے لئے راستہ صاف ہے۔ تم بھی انسان ہو، تم بھی اسی خطہ کے رہنے والے ہو، طلاقت لسانی میں تمھاری مثال نہیں۔ فصاحت و بلاغت کے تم امام ہو۔ تمھاری ادنیٰ سی ادنیٰ چھوکریاں بھی شعراء و ادبا کی مجلسوں میں کھلبلی مچا دیتی ہیں۔ تم نظم و نثر کے استاذ ہو، ماہر فن ہو۔ اس جیسا قرآن پیش کردو۔

حضرات! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی خداوند قدوس نے چیلنج کیا۔

قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَن یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ تم یہ کہتے ہو کہ یہ انسان کا کلام ہے۔ اگر تمام انسان اور جنات اور کائنات کی تمام مخلوق بھی اکٹھا ہو کر اس جیسا قرآن پیش کرنا چاہے تو نہیں پیش کر سکتی چاہے ایک دوسرے کے حامی و مددگار کیوں نہ بن جائیں ——— یہ ایک چیلنج تھا دشمنانِ اسلام و قرآن کے لیے یہ ایک زریں موقعہ تھا جو اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف طعن و تشنیع کر رہے تھے۔ جو اسلام کا چہرہ مسخ کرنے کے لئے کوشش کر رہے تھے۔ وہ میدان میں آتے اور اس جیسا کلام پیش کر کے اس چیلنج کا جواب دیتے اور اس تحریک کو ابھرنے سے پہلے ہی کچل دیتے۔ لیکن اس چیلنج پر سبکو سانپ سونگھ گیا، ان دشمنانِ اسلام کے چہروں پر ہوائیاں اڑنے لگیں، وہ سب ماہرینِ فن، فصیح و بلیغ اور زبان دانی میں اپنا جواب نہ رکھنے والے حیرت میں پڑ گئے، کسی نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا، سبکی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ نے اور نیچے اتر کر فرمایا کہ اگر تم پورا قرآن پیش نہیں کر سکتے تو اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر پیش کر دو۔ اگر تنہا نہیں لا سکتے تو اپنی عالمی کانفرنس کر لو، اکیڈمی بنا لو اور تمام حمایتوں کو

بلا کر اس کا جواب پیش کر دو۔ ارشاد فرمایا:۔ اَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ کیا تم یہ کہتے ہو کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گھڑ لیا ہے۔ تو کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر پیش کر دو اور اللہ کو چھوڑ کر جسے چاہے بلا لو۔ اگر تم اپنے اس قول میں سچے ہو!

لیکن، دوستو! اس چیلنج پر بھی عرب کے معاشرے سے کوئی صدا بلند نہیں ہوئی کسی کی رگِ حمیت نہیں پھڑکی۔ کسی دل میں غیرت نہیں آئی۔ کسی طبیعت میں جوش و ابھار پیدا نہیں ہوا۔ کہ وہ اس جیسا کلام پیش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک نیا محاذ کھڑا کر دیتے، اس تحریک کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکتے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کی رگِ حمیت کو پھر للکارا، ان کی غیرت پر پھر تیشہ زنی کی ان کے شک و شبہ کو پھر مہمیز لگائی اور صداقت کا اعلان کیا فرمایا۔ وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ کہ اگر تمھیں اس کلام میں ذرہ برابر بھی شبہ ہے اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے بنا کر لاتے ہیں۔ تو تم اس جیسی ایک ہی سورۃ بنا دو، اپنے معبودانِ باطلہ کو ساتھ لے لو، ان کا تعاون

لے کر تمام قوم کو مجتمع کر کے انفرادًا نہ سہی، اجتماعی طریقہ سے ہی اس کی ایک سورۃ پیش کر دو۔ اور پھر اگلی سورت میں یہ چیلنج بھی ہے وَلَن تَفْعَلُوا کہ قیامت تک تم پیش نہیں کر سکتے!۔

حضرات! آپ عرب قوم کی تاریخ پڑھیے۔ وہ قوم جاہل وناخواندہ ضرور تھی۔ لیکن اس قوم میں شعراء، وخطباء فصحاء وبلغاء کا ایک جمِ غفیر تھا زبان پر ان کو مکمل عبور تھا، ان کا ادنیٰ سے ادنیٰ فرد بھی اپنی زبان کے جادو سے مسحور کر لیا کرتا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ قوم بڑی غیور، باحمیت اور حوصلہ مند تھیں۔ ان کو للکارنا ہنسی کھیل نہ تھا۔ لیکن قرآن نے زبردست چیلنج کیا۔ اور جب چاروں طرف سے آواز نہیں آئی۔ تو پھر فرمایا فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ کہ اس جیسی ایک بات ہی پیش کر دو۔ تمہاری طلاقتِ لسانی کے چرچے تو آسمان پر ہیں۔ اور پھر ایک چھوٹی سی سورت إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ لکھ کر باب کعبہ پر آویزاں کر دی، یہ کافی دن تک کعبہ کے دروازے پر سورت لٹکی رہی۔ لیکن وہ دشمنانِ اسلام، وہ تحریکِ اسلامی کو بیخ وبُن سے اُکھاڑنے والے، وہ محمد عربی اور آپؐ کے اصحابؓ کے خون کے پیاسے ان کا تو ایک سورت بنا کر مدعا حاصل ہو رہا تھا۔ بازی اُن کے ہاتھ تھی لیکن کہیں سے کوئی چوں کی آواز بھی نہیں آئی۔ ؎ اللہ رے سناٹا آواز نہیں آتی۔

قرآن کا یہ چیلنج صرف اہلِ عرب کیلئے نہیں تھا بلکہ قیامت تک آنیوالے تمام افراد سے متعلق ہے یہ چیلنج آج بھی اہلِ دانش کو للکار رہا ہے۔ آج بھی جو قرآن کیخلاف اپنی ناپاک زبان استعمال کرتے ہیں وہ اس چیلنج کو قبول کریں، میدان میں آئیں۔ ان کے لیے راستہ صاف ہے۔

سامعین کرام! دراصل قرآنِ پاک اللہ تبارک و تعالیٰ کا کلام ہے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قسم کا کلام بنا کر پیش نہیں کر سکتے۔ آپ ہی کی زبانی کہلوایا۔ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَائِ نَفْسِي۔

اسی معجز نمائی نے صرف تیئیس سال میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ اور انہیں تند خو، گنوار، بدوؤں کو حلم و اخلاق کا پیکر بنا دیا تھا ______ آج بھی اس میں یہی تاثیر ہے۔ اسکے پڑھنے سے دل و دماغ روشن اور ضمیر بیدار ہوتا ہے۔

آئیے! ہم اس معطر خزینے سے اپنے دامن کو بھر لیں اور اس قرآنی خدمت کو اپنا مقصد زندگی بنا لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین ثم آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

نوجوان

ایک نشانِ منزل

٭

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے انکو اپنی منزل آسمانوں میں

(اقبال مرحوم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد
قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الکریم۔ اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ
وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی وَّرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اِذْ قَامُوْا۔

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

جنابِ صدر! سامعین کرام، حاضرینِ جلسہ! آج کی اس مبارک محفل اور بابرکت مجلس میں چاہتا ہوں کہ کچھ اپنے نوجوان ساتھیوں کے خون کو گرماؤں، ان کے جوش و ولولے کو مہمیز لگاؤں، اور انھیں اس وقت کے پُرخطر حالات سے آگاہ کرکے اپنا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کروں جن کے بارے میں اقبالؔ مرحوم نے ایک حقیقت اور اپنے درد و کرب کا اظہار اس پیغام کے ساتھ کیا تھا۔ فرمایا۔ ؎

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی
امارت کیا، شکوہِ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زورِ حیدری تجھ میں، نہ استغنائے سلمانی
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیبِ حاضر کی تجلی میں

کہ پایا میں نے استغنا میں معراجِ مسلمانی
عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

حضرات! یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آج حالات اتنے پرخطر ہیں کہ کبھی تاریخ میں اس قسم کے حالات سننے میں نہیں آئے۔ یہ مغربی تہذیب، یہ تمدن کی دلفریبیاں، یہ خود غرضی و خود فراموشی، یہ رقابت و ہوسناکی، یہ فطرت کی طاقتوں کو عریاں کرنے والا فکر گستاخ، یہ ترقیات کے پردے میں تنزل و انحطاط اس سے قبل دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور پھر یہ قوم و ملت اپنا بہترین اثاثہ اور اپنی سیادت و قیادت کے پاکیزہ اصول رکھنے کے باوجود دوسروں کی دست نگر بنی ہوئی ہے اور اس امت کے افراد اپنی تہذیب اپنے کلچر و ثقافت سے آشنا ہی نہیں اور....

دوستو! خاص طور پر امتِ مسلمہ کا وہ نوجوان جو ستاروں پر کمندیں ڈال دیا کرتا تھا۔ جو پہاڑوں کو زیر کر لیا کرتا تھا، جس کے آگے بڑی بڑی طاقتوں کی جبیں خم ہو جایا کرتی تھیں۔ جو دریاؤں، سمندروں میں اپنا راستہ تلاش کر لیتا تھا۔ جن کے عزم سفر سے چٹانیں چور ہو جایا کرتی

تھیں، جن میں مریم کی سی عفت، سلیمان جیسی دانائی اور ایوب جیسا صبر تھا۔ جو صرف ___ اور صرف خدا کے سامنے جھک سکتا تھا! لیکن دوستو!

آہ ___ آج وہ نوجوان جو بے باکی و شجاعت، عفت و عصمت اور عزم و حوصلہ سے عبارت تھا۔ زندگی کے میدان میں وہ سب سے پیچھے ہے، اس کے حصے میں طاؤس و رباب، عیش و مستی اور آرام و راحت ہے۔ ان کی زندگی ان کے سیرت و کردار اور ان کے ذہن و دماغ میں کوئی انقلابی تصویر ابھر کر نہیں آتی ہے۔ جبکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ نوجوان انقلاب کا پیش خیمہ ہوتے ہیں مستقبل کی تعمیر میں ان کے افکار و عزائم کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ ان کی تعمیر قوم و ملت کی تعمیر اور ان کی تخریب قوم و ملت کی تخریب ہوتی ہے۔ اگر یہ ٹھوس عزائم، سرفروشانہ جذبہ، اور بامقصد زندگی کے لیے کھڑا ہو جائے تو دنیا میں ایک مرتبہ پھر امن و آشتی اور مساوات و رواداری کا درس دہرایا جا سکتا ہے۔ اس روئے زمین اور تاریخ کے اسٹیج پر طارق بن زیاد محمد بن قاسم ثقفی، محمد فاتح رحمہم اللہ کے کارناموں میں رنگ و روغن بھرا جا سکتا ہے۔ ان کی یاد آج کے نوجوان تازہ کرا سکتے ہیں۔ اسپین، ہندوستان، قسطنطنیہ، الفت و محبت اور بامقصد زندگی گذارنے کا گہوارہ دوبارہ بن سکتے ہیں ___ اسکے لیے ضرورت ہے کہ آج کا نوجوان ان کی تاریخ پڑھ کر، سرفروشانہ عزم لیکر

نئی بیداری اور جداگانہ اسلامی طرز کی روح کے ساتھ میدان میں آئے، مایوسی و ناامیدی کو پس پشت ڈال کر آگے بڑھے (حضرات)! حقیقت بھی یہی ہے کہ جب جوانوں میں عقابی روح بیدار ہوتی ہے اور چیتے کا جگرا اور شاہین کا تجسس ہوتا ہے تو وہ اپنا نشیمن تلاش کرتا ہے، ہر چیز سے نبرد آزما ہونا اور اسے خدا کے آگے لاکر ڈالنا اپنا فریضہ ہوتا ہے ــــــ پھر اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ عشرت کدوں اور آرام گاہوں میں اپنا مسکن تلاش نہیں کرتا، بلکہ وہ خم دار اور زلف در زلف زندگی کے ساتھ پنجہ آزما ہوتا ہے اور وہ اپنی بیداری سے ایک نیا انقلاب پیدا کر دیتا ہے۔

کاش آج کا نوجوان اٹھے، میدانِ عمل میں آئے اور نئے عزم و ولولے لیکر اس کارگہِ حیات کا مقابلہ کرے۔ جس کے ذہن میں یہ تصور بھی ہو ؎

نہیں تیرا نشیمن قصرِ سلطانی کے گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں

اور پھر یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو ؎

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

دعوت وارشاد

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہدے
مسلماں سے حدیثِ سوز و سازِ زندگی کہدے

(علامہ اقبال رح)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط
اَمَّا بَعْدُ!

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی۔ کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ۔

حاضرین کرام، و بزرگان محترم۔ آج اس مبارک محفل میں آپ حضرات کے سامنے دعوت و تبلیغ کے متعلق چند معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں امید ہے کہ اس کی کچھ اہمیت ہماری سمجھ میں آئے گی اور ہم اس پر عمل کی کوشش کریں گے۔

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

حضرات! آج اس ترقی یافتہ دور میں جب کہ انسان ترقی ــــ کرتے کرتے چاند پر پہنچ چکا ہے ستاروں کی گذرگاہوں کی تلاش میں مصروف ہے طرح طرح کی ایجادات کر رہا ہے۔ نئے نئے اکتشافات اسے حاصل ہو رہے ہیں۔ سورج کی شعاعوں اور ہوا کی لہروں کو اس نے قابو میں کر لیا ہے۔ اور اس کا فکر گستاخ فطرت کی طاقتوں کو عریاں کرنے میں ہمہ تن کاوش بنا ہوا ہے۔ اس مشینری و سائنٹفک دور نے اس کے ہوش و حواس کو مختل اور اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ماؤف کر دیا ہے۔ اس تہذیب و تمدن کی دل فریبیوں میں

مگن ہو کر وہ خالقِ حقیقی کو بھول بیٹھا ہے۔ اس مادیت کے طوفان نے اس سے فکرِ آخرت کا تصور ہی ختم کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اس انسان سے انسانیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ اور وہ خود کو ترقی یافتہ سمجھ کر ایمان و اخلاق کی زندگی سے محروم ہی نہیں بلکہ اسے پامال کرنے کی کوشش کر رہا ہے، اس انسانیت کا جنازہ نکالنے کی تگ و دو کر رہا ہے، وہ سورج کی شعاعوں کو گرفتار کرنے والا اپنی زندگی کے نفع و نقصان سے بے بہرہ ہے، وہ ستاروں پر کمندیں ڈالنے والا اپنے صحیح افکار و اقدار کی ترجمانی سے ناواقف ہے۔ ایسے ہی انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے غمگسارِ ملت اور اس تہذیبِ جدید پر نظر رکھنے والے علامہ اقبالؒ مرحوم نے کہا تھا ؎

ڈھونڈنے والے ستاروں کی گزرگاہوں کا — اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں اُلجھا ایسا — آج تک فیصلۂ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا — زندگی کی شبِ تاریک سحر کر نہ سکا

محترم حضرات! آج کے اس مشینری دور اور نازک حالات میں جبکہ ہر طرف مادیت کا جادو اپنی کرشمہ سازی کر رہا ہے، چڑھتے سورج کی پوجا ہو رہی ہے، ہر شخص سائنسی ایجادات کا متوالا دکھائی دیتا ہے، اخلاق روحانیت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہ گئی ہے۔ اس دور میں دعوت و ارشاد کی اہمیت بھی اسی قدر بڑھ چکی ہے۔ آج ہم بھی اسی قوت و طاقت کے ساتھ دعوت کے

میدان میں آئیں اور قرآن وحدیث کی تعلیمات سے ان طاغوتی قوتوں کو روشناس کرائیں اور انھیں بتلائیں کہ یہ دنیوی چمک، یہ مادیت کا جادو، یہ مال ودولت کی حرص، یہ مقام ومنصب یہ قیادت وسیادت، یہ آسمانی تخیلات یہ بلند بانگ نعرے ان سب کی کوئی حقیقت نہیں۔ ایک دن جب موت کی پرزور آندھی تمھارے اس گوشت پوست والے جسم سے ٹکرائے گی تو تمھارے یہ سب سپنے بکھر جائیں گے۔ تمھاری سب آرزوئیں دل کی دل میں رہ جائیں گی اور تمھیں منوں مٹی کے نیچے جانا پڑے گا۔ وہاں سے تمھاری زندگی کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ وہاں تم سے اس دنیوی زندگی کے بارے میں سوال ہوگا

دوستو! قرآن پاک میں بے شمار آیات ہیں جن میں اس دعوت کی ترغیب وفضیلت آئی ہے۔ بے شمار احادیث ہیں جن میں اس نازک موضوع پر کلام کیا گیا۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی کا شاہد ہے آپکو یہی پیغامِ دعوت دیکر مبعوث فرمایا گیا۔ اس امت کو بھی اُمتِ دعوت اور خیر اُمت کے لقب سے نوازا ہے۔ اور خاص طور پر علماءِ اُمت اس کے براہ راست مخاطب ہیں ان کی دوہری ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اندر داعیانہ صفات پیدا کر کے دنیا کو اس بحران سے بچائیں جو اُن کے سر سے گذر رہا ہے اور خود کو نت نئے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار کریں۔ اور جس قسم کے حالات ہوں۔ اسی قسم کی تیاری کریں۔ اگر انسان ترقی کرتے کرتے چاند پر پہنچ گیا ہے

توخود بھی دعوت کا پیغام لیکر چاند پر پہنچ جائیں۔ اپنے دعاۃ و مبلغین کو تمام فتنوں سے باخبر کر کے ان فتنہ سامانیوں کا اسی طرح سدِ باب کریں۔ اور انھیں ایمان واخلاق کی صفات سے آشنا کریں۔ اگر آج اس دعوت کو لیکر ہم کھڑے نہ ہوئے تو ڈر ہے کہ کل قیامت کے میدان میں ہمارا محاسبہ نہ ہو جائے اور ہمیں وہاں پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔

سامعینِ کرام! یہ ایک حقیقت ہے۔ جب کوئی شخص یہ دعوت لے کر کھڑا ہوتا ہے تو اس کی راہ میں طرح طرح کی دشواری آتی ہے، ہر قسم کے طعن و تشنیع اسے سننے پڑتے ہیں، ہر طرح کے لوگوں سے اسے واسطہ پڑتا ہے لیکن اس راہ میں صبر اور ثبات قدمی اولین شرط ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کو کتنا ستایا گیا، کس طرح گالیوں سے نوازا، کس طرح ان کے زخموں پر نمک پاشی کی، کس طرح ان کے رستے ناسور کو کریدا۔ پوری تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ آپ حضرات بخوبی واقف ہیں۔

نوح علیہ السّلام نے ساڑھے نو سو برس اُمت کو دعوت دی، لوگوں نے اور آپ کی اُمت نے آپ کو کیا کیا نہ کہا۔ دوستو! حیرت ہوتی ہے ایک دن نہیں، ہفتہ دو ہفتہ، برس دو برس نہیں۔ سو دو سو سال نہیں بلکہ پورے ساڑھے نو برس تبلیغ کرتے رہے آج ہم ایک آدمی کو دو چار مرتبہ تبلیغ و تذکیر کر کے زچ ہو جاتے ہیں۔ پریشان ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے مایوس

وبددل ہوجاتے ہیں۔ ہمیں انبیاء علیہم السلام کی تاریخ یہ تعلیم نہیں دیتی۔

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ السلام نے جب علی الاعلان اسلام کی دعوت دی اور اپنی ساری ہمت وعزیمت کو سمیٹ کر صفا کی چوٹیوں سے عرب کے خاص اسلوب کے مطابق پکارا۔ اے بنو عبدالمطلب! اے بنو عبد مناف اے بنو زہرا، اے بنو تیم، اے بنو مخزوم، اے بنو اسد، میں کہتا ہوں کہ خدا پر ایمان لے آؤ قولوا لا الٰہ الا اللہ تفلحوا۔ ورنہ تمھارے لئے سخت تباہی وبربادی ہے۔ اپنی دعوت سرِ عام پیش کردی۔ لیکن جل بھن کر آپ کے چچا ابولہب ہی نے کہا تبًّا لک الھٰذا اجمعتنا غارت ہوجاؤ کیا اسی لئے ہمیں اکٹھا کیا گیا تھا (نعوذ باللہ من ذٰلک) اندازہ کیجیے۔ کیسے تیر چلے ہوں گے اس دُرِّ یتیم، عبداللہ کے لختِ جگر، اور آمنہ کے جگر پارے پر، اور کیسا صدمہ ہوا ہوگا اس کالی کملی والے کے دل پر، لیکن آپ مایوس وبددل نہیں ہوئے ———— دعوت عام کا دوسرا قدم اٹھایا۔ عبدالمطلب کے تمام خاندان کو جمع کرکے کھانے پر بلوایا اور مختصر تقریر میں اپنی دعوت پیش کی اور فرمایا کہ یہ پیغام دین ودنیا دونوں کا کفیل وضامن ہے۔ اس پر سکوت چھا گیا۔ صرف ایک تیرہ سالہ بچے نے جو آشوبِ چشم کے مرض میں مبتلا تھا کہا کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا، اس پر مجلس میں زبردست قہقہہ پڑا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس تحریک کے لئے ایک بچہ، جو خود مریض ہے آنکھوں سے

کمزور ہے۔ جسمانی اعتبار سے لاغر و نحیف ہے، دُبلا ہے۔ اس مذاقی قہقہہ پر دونوں جہاں کے سردار کا تاثر کیا ہوا ہوگا، کس طرح ان پھبتیوں نے جگر چھیلا ہوگا، دل زخمی اور سینہ کباب کیا ہوگا۔ لیکن اللہ کا راج دلارا یہ قہقہے یہ طعن و تشنیع، یہ پھبتیاں خوشی خوشی برداشت کرتا ہے۔ اس لئے کہ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ دعوت کا میدان اس سے زیادہ قربانی کا طالب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی جوش و ولولہ اور عزم و ہمت کے ساتھ اس تشدد کے جوبن میں، مخالفتوں کے طوفانوں میں، ہنگامۂ شور و شغب میں، مشتعل... جذبات اور جھوٹے پروپیگنڈوں میں اور مکہ کی خوں آشام تلواروں کے سائے میں اس دعوت کو روشناس کرادیا اور اسے لیکر آگے بڑھتے رہے جب مکہ کی زمین بنجر دیکھی تو ایک ماہ کی تگ و دو کے بعد قبیلۂ ثقیف کے پاس طائف پہنچے، وہاں کے سرداروں اور عام لوگوں نے زہر میں بجھے ہوئے تیر محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے میں پیوست کیئے اس منظر پر چشمِ فلک نے بھی آنسو بہائے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحمل اور صبر و استقامت سے سارے زخم برداشت کیئے۔

حضرات! میں واقعہ کی تفصیلات میں نہیں جانا چاہتا، واقعات آپ سبکو معلوم ہیں۔ صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں، کہ یہ طریقہ جس کی خاطر انبیاء علیہم السلام نے تکالیف برداشت کیں اور سب سے آخر میں اس دین

کی خاطر دو جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے گالیاں کھائیں، ظلم وستم سہے، اونٹ کی اوجھ آپ کی پیٹھ پر رکھی گئی، اوپر سے آپ کے جسم اطہر پر کوڑا پھینکا گیا، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، طائف کے میدان میں تاک تاک کر ٹخنوں پر پتھر مارے گئے، اُحد کے میدان میں دانت شہید کیے گئے، چہرہ اقدس میں خود کی کڑیاں گھس گئیں، خندق میں پیٹ پر دو دو پتھر باندھے فاقے کیے، صحابۂ کرام نے ایثار وقربانی کا عجیب مظاہرہ کیا، اور ہمارے اسلاف، علماء وصلحاء نے اس دعوت کی خاطر رات کی نیند اور دن کا چین حرام کردیا۔ اور انھوں نے تحریکوں کے ذریعہ، لٹریچر کے ذریعہ، دل کی تڑپ اور نوکِ قلم کے ذریعہ اس دعوت کو ہمیشہ زندہ رکھا۔

دوستو! آج وہ دین اجڑ رہا ہے، اس کا جنازہ نکل رہا ہے۔ گمراہی عام ہے۔ طغیانی وسرکشی کا دور دورہ ہے، خالق ومخلوق، آقا وغلام اور حاکم ومحکوم کے درمیان رشتہ کمزور ہوتا جارہا ہے۔ ایمان پر ڈاکہ زنی ہو رہی ہے۔ قسم قسم کے فتنے جنم لے رہے ہیں۔ فرائض پامال ہو رہے ہیں۔ واجبات وسنتوں کی توہین ہو رہی ہے۔ ہمارے گھر میں دین کے دشمنوں کی بے محابا پوجا ہو رہی ہے۔ ہمارے بیٹے، ہمارے ماں باپ ہمارے قریبی رشتہ دار، ہمارے پڑوسی، ہمارے بھائی بہن خود ہمارے گھر میں دین کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ ہمارے اس گھر میں جس میں صحیح قرآن

پاک کی آواز آنی چاہئے تھی۔ آج ریڈیو، وی سی آر، ٹی وی کی آوازیں آتی ہیں۔ اگر ہم اس وقت کھڑے نہ ہوئے، اپنی ذمہ داری محسوس نہ کی، اپنی اپنے ماتحتوں کی اور پوری امت کی فکر نہ کی تو دوستو! ہم کیسے کالی کملی والے کو منہ دکھا سکیں گے۔ اس لئے آج وقت ہے، ضرورت ہے کہ ہم اُمت کا درد لیکر اور پوری قوم کی فکر لے کر اٹھ کھڑے ہوں، پوری ہمت و طاقت کے ساتھ دعوتی میدان کو اپنائیں اور وقت و حالات کے مطابق داعیانہ صفات پیدا کریں۔ برائی کو اگر ہاتھ سے روکنے کی قدرت ہو تو ہاتھ سے روکے، اگر زبان سے کہنے کی طاقت ہو تو زبان سے کہدے۔ ورنہ اسے دل میں برا محسوس کرے۔ اور دعا بھی کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ؎

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسمِ محمد سے اُجالا کر دے
(اقبالؒ)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

٭٭٭

یقینِ محکم

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰانَا اللّٰهُ

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

عزیزانِ ملت!! فرزندانِ توحید، اور نوجوانانِ اسلام!! میں اس مبارک مجلس میں مختصراً ایک اہم چیز پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا مجھے امید ہے آپ حضرات بغور سماعت فرمائیں گے اور میری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

حضرات! آج دنیا میں سبھی چیزیں موجود ہیں، سامانِ راحت کی کوئی کمی نہیں، افزائش کے تمام طریقے ہیں، دنیوی چمک دمک، اس کی دلفریبیاں اور رعنائیاں موجود ہیں۔ ایجادات واکتشافات کی ریل پیل ہے، مال ومتاع ہے، روپیہ پیسہ ہے، جاہ ومنصب ہے۔ زندگی گذارنے کے تمام اسباب مہیا ہیں، ریل گاڑی ہے، ہوائی جہاز ہے، بجلی اور روشنی ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود انسان کے پاس یقین کی دولت نہیں، ایمان کی فراوانی نہیں عمل پیہم کی کمی ہے۔ جذبۂ دروں کی سوزش نہیں، اخلاص وللہیت کا فقدان

ہے، قناعت و رضا اس کے پاس نہیں ہے، وہ دینی غیرت اور اسلامی حمیت نہیں ہے جس سے یہ حضرتِ انسان ہمدوشِ ثریا ہوسکے اسی سے اُسے دل کا سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک میسّر ہوسکے۔ اسی وجہ سے وہ پریشان ہے۔

سامعینِ کرام! اقبالؔ مرحوم نے زندگی سے نبرد آزما ہونے اور زندگانی کو حقیقی معرفت عطا کرنے کے لئے وہ نسخہ بتایا ہے اگر انسان اس پر عمل پیرا ہوجائے اور اس کو اپنالے تو اسے سکون واطمینان، حقیقی معرفت اور سرمدی لذت حاصل ہوجائے گی جس راحت کی تلاش میں وہ سرگرداں اور پریشان ہے وہ راحت اس کے قدموں پر نثار ہونے کے لئے بےتاب ہوجائے گی۔ اقبالؔ مرحوم نے اپنے اس شعر میں تین چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ایک یقینِ محکم، دوسرے عملِ پیہم، تیسرے محبت فاتحِ عالم میں آج کی اس محفل میں صرف پہلے جزء یقینِ محکم پر کچھ معروضات پیش کرونگا

غمگسارانِ ملت!! یقین انسان کی بہت بڑی طاقت ہے[1]۔ اس سے بڑھ کر طاقت دنیا میں نہ وجود میں آئی اور نہ کبھی آسکتی ہے۔ جب کوئی مردِ خدا کسی بات پر پہاڑ کی طرح جم گیا اور اس نے حالات کے سامنے سپر ڈالنے سے انکار کردیا تو دنیا نے دیکھا اس کے یقین سے مبصروں کے اندازے غلط نکل گئے، سائنسدانوں اور فلاسفروں کی پیش گوئیاں، جھوٹی ثابت ہوگئیں۔ اگر انسان استقامت و پامردی اپنے اندر پیدا کرلیتا ہے تو دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ تاریخ میں اس

[1] یہ خیال اور کچھ الفاظ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی ایک تقریر "مردِ خدا کا یقین" سے مستفاد ہے۔ م

یقین و پامردی اور استقامت کی عجیب عجیب مثالیں ملتی ہیں، واقعات اس سے کھچا کھچ بھرے پڑے ہیں۔ غور کیجئے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ پر مکہ میں ظلم و ستم کی مشق کی جا رہی ہے، طرح طرح سے ستایا جا رہا ہے، راہوں میں کانٹے بچھائے جا رہے ہیں، جینا دُوبھر کر رہے ہیں، کفارِ مکہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح ..... اسلامی تحریک کو بیخ و بُن سے اُکھیڑ پھینکیں، قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آکر آپؐ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی دیوار کے سائے میں تشریف فرما ہیں.... ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت خبابؓ بن ارت رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں، شکوہ کرتے ہیں، اے اللہ کے رسولؐ! پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے، قریش نے جینا مشکل کر دیا ہے۔ آپؐ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ .... سرکارِ دو عالم، تاجدارِ بطحا، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگائے بیٹھے تھے، فوراً سیدھے بیٹھ جاتے ہیں غضب و غصہ کے آثار چہرہ پر نمایاں ہو جاتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اے خباب! بس گھبرا گئے، پہلی قوموں کے ساتھ تو ایسا معاملہ ہوا ہے، لوہے کی کنگھیوں سے ان کے گوشت کو ان کے جسم سے علیحدہ کر دیا گیا ہے، آرے سے ان کے جسم سے چیر دیا گیا ہے، بدن کو لہو لہان کر دیا گیا، لیکن وہ اس حالت میں بھی صابر و شاکر رہے، حق

کے لئے پروانہ وار اپنی جانیں قربان کرتے رہے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اپنے دین کو مکمل اور غالب کر کے رہے گا اور تم دیکھو گے کہ صنعاء سے حضرموت تک ایک بڑھیا اپنا سامان لیکر جائے گی۔ راستہ میں اس سے تعارض کرنیوالا کوئی نہیں رہے گا۔ لیکن تم جلدی بہت کرتے ہو۔

حضرات! اندازہ لگایئے، غور کا مقام ہے، آپ کس یقین کے ساتھ کہہ رہے تھے۔ اور کن حالات میں پیشینگوئی کر رہے ہیں۔ حالت یہ ہے صبح ہوتی ہے شام کا بھروسہ نہیں۔ شام ہوتی ہے تو صبح کا یقین نہیں۔ دشمن چاروں طرف سے یلغاریں کر رہے ہیں، کفار مکہ نے چین سے سانس لینا مشکل کر رکھا ہے، مصیبت و کٹھنائی کی زندگی آپ گذار رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو غالب کر کے رہے گا۔ اور ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ایسا ہی ہوا۔

دوستو! دوسری مثال اس سے کچھ کم نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما رہے ہیں، مکہ سے یثرب کی جانب روانہ ہیں، آپ کو مکہ والوں نے ہجرت پر مجبور کر دیا ہے۔ دار الندوہ میں آپ کے قتل کا مشورہ بھی ہو رہا ہے اور جو آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کر دے گا اسے سو سرخ اونٹ کے انعام کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ آپ مکہ کی سرزمین کو خیر آباد کہہ کر غار ثور میں پناہ لینے کیلئے دوڑ رہے ہیں۔ اسی اثناء میں سراقہ بن جعشم کفار مکہ کی طرف سے تعاقب

کرتا ہوا یہ ہو پختا ہے کہ آپؐ کو گرفتار کرکے سو سرخ اونٹ انعام حاصل کرسکے لیکن، خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ رفیقِ غار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اے اللہ کے رسولؐ غضب ہو گیا۔ دوڑ آ گئی ہے۔ سُراقہ سامنے کھڑا ہے۔ سرکار دو عالم، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، سُراقہ سے مخاطب ہوتے ہیں کہ اے سُراقہ وہ بھی کیا وقت ہو گا کہ ایران کے بادشاہ کسریٰ کے کنگن تمھارے ہاتھ میں ہوں گے۔ بے چارے سُراقہ کی سمجھ میں یہ بات نہیں آسکی وہ آتی بھی کیسے ایرانی تہذیب و تمدّن کے تاجدار جس کی سطوت و عظمت اور شان و شوکت کے آگے بڑی بڑی حکومتیں اپنی پیشانی خم کرنے کو باعثِ افتخار سمجھتی تھیں اس تاجدار کے کنگن جنکی قیمت پورا عرب نہیں دے سکتا۔ بھلا سراقہ کے ہاتھ میں کیسے آسکتے ہیں۔ اس پر اسے بڑی حیرت ہوئی۔ حیرت اور تعجب کے ملے جلے انداز سے سراقہ نے معلوم کیا، کہ کسریٰ ابنِ ہرمز کے کنگن؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ہاں! کسریٰ ابنِ ہرمز کے کنگن!

یقین کی عجیب اور انوکھی مثال ہے۔ غور فرمائیے۔ اور سُنئیے۔ سرکارؐ یہ پیشینگوئی کر رہے ہیں ایسی حالت میں کہ مکہ جیسا عزیز وطن آپؐ کو چھوڑنا پڑ رہا ہے، دوسرے شہر میں جا رہے ہیں۔ اس کا بھی بھروسہ نہیں کہ پہنچ جائیں گے یا نہیں؟ پیچھے سے دوڑ آرہی ہے، تعاقب ہو رہا ہے۔ لیکن پھر اس بصیرت اور یقین سے آپؐ فرما رہے ہیں کہ ایران کے بادشاہ کے کنگن تمھارے ہاتھ میں ہوں گے۔

حضرات! یہ حقیقت ہے ان کے نزدیک آنکھیں غلط دیکھ سکتی ہیں، کان غلط سن سکتے ہیں، حواس خطا کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کا یقین اتنا محکم اور اتنا مضبوط ہوتا ہے کہ خدا کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔ ان کا یقین مشاہدات کی سرحدوں کو پار کر جاتا ہے..... اسی یقین کو لیکر جب امتِ مسلمہ اور صحابۂ کرام آگے بڑھے ہیں تو حالات نے ان کے آگے سپر ڈال دی ہے؟ دنیا ان کی ٹھوکروں میں سمٹ آئی ہے، پہاڑوں کی سنگینی کے دل چھوٹ گئے ہیں۔ طوفان ان کے آگے دب گئے ہیں۔ سمندروں نے انھیں راستے دیئے ہیں، پرندے انکے تابع ہو گئے۔ درندوں نے ان کی غلامی کی دریا انکے حکم سے رواں ہو گئے۔ وہ ظاہری حالات سے آگے بڑھ گئے اور اسی خدا پر یقین کی بدولت وہ خدا اور بندگانِ خدا کے یہاں معزز و محترم بن گئے۔ عزت و عظمت کے مالک بن گئے۔ جہانبانی و ملک گیری کے فرائض انجام دینے لگے۔ وہ شتربانِ عنانِ حکومت سنبھالے نظر آنے لگے۔

حضرات! آج ضرورت اسی بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر یقین کی دولت پیدا کریں۔ ایمان کی حلاوت اور ایقان کی چاشنی سے ہمارے قلوب لذت یاب ہوں عملِ پیہم کو اپنی زندگی کا لازمی جزو بنالیں۔ تو اس کے ذریعہ ہم پوری کائنات کو مسخر کر سکتے ہیں، اپنا منصب و ٹھکانا بنا سکتے ہیں اور غلامی کی زندگی سے نجات پا سکتے ہیں۔

دعا کریں اللہ تعالیٰ ہمیں یقینِ محکم، عملِ پیہم اور محبت فاتحِ عالم سے نواز دے۔ آمین یا رب العٰلمین!!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اپنی دنیا

آپ پیدا کر

٭

کانپتا ہے دل ترا اندیشۂ طوفاں سے کیا
ناخدا تو، بحر تو، کشتی بھی تو، ساحل بھی تو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ للّٰہِ وَکفٰی وَسلامٌ علیٰ عبادِہِ الذین اصطفیٰ اَمّا بعدُ!

قال اللہ تعالیٰ:۔ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ط۔

خام ہے جبتک ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

جناب صدر، سامعین کرام!! جب انسان اس دنیا میں آنکھیں کھولتا ہے تو اسے مختلف قوموں، مختلف تہذیبوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس کی زندگی ابتلاء وآزمائش سے دوچار ہونے لگتی ہے۔ فتنے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں موجودہ دور کی ہوسناکی اسے ہڑپ کرنے کی خاطر اپنا منہ پھیلا دیتی ہے۔ اگر انسان ان چیزوں کے آگے بے بس ہو جائے عصرِ حاضر کی رنگ رلیوں میں کھو جائے، دنیا کی دلفریبی اور چمک دمک اس کے خیالات کا شیرازہ بکھیر دے، وہ خود اپنے کو دنیا میں تمدن کا تابعدار بنا لے، اس سے انسان کو دنیا میں نقصان پہونچے گا اور آخرت میں بھی فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ط۔ دردناک عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ قیامت کے خوفناک مناظر جب اس کے سامنے آئیں گے تو تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں ایک مرتبہ بھیج دیا جاؤں وہاں کے تہذیب وتمدن سے متاثر نہیں ہوں گا، وقت کی رعنائیاں اور ذیل بوٹے میری قوتِ عمل میں رخنہ انداز نہیں ہوں گے۔ خدا کی یاد میں زندگی گذاروں گا۔ لمحہ بھر

غفلت بھی مجھ سے نہ ہوگی، لیکن وہ دوبارہ اس دنیا میں لوٹ کر نہیں آئیگا اس کی تمنا دل ہی دل میں رہ جائے گی۔ وہ کہے گا رَبَّنَا اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ۔ اے ہمارے پروردگار ہمیں یہاں سے نکال دیجئے دوبارہ دنیا میں بھیجکر ہمیں دیکھئے۔ تیرے احکام پر عمل کریں گے ایک ایک پل تیری یاد میں لگائیں گے، ہم اعمالِ صالحہ کریں گے۔ بُرے اعمال سے الگ رہیں گے ———— دوسری جگہ اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ۔ انسان قیامت میں التجا کرے گا۔ کیا ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے جو سفارش کرکے دوبارہ ہمیں دنیا میں بھیجوادے اور وہاں جاکر ہم اچھے عمل کریں۔ لیکن وہاں کوئی سفارشی نہیں ملے گا بڑا عجیب وقت ہوگا۔ ایسا انسان بڑے خسارے اور نقصان میں ہوگا۔ ایک انسان وہ ہے جو وقت کی تہذیب سے متاثر نہیں ہوا۔ جاہلیت کا نقشہ اس کی زندگی میں نہیں ابھرا، اس نے غیروں کے طریقوں کو دل میں جگہ نہیں دی وقت کے ... حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کرتا رہا، خدائے واحد کو اپنا مشکل کشا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور آپ کے پیغام و مشن پر پوری طرح عمل پیرا رہا تو وہ انسان کامیاب ہے۔ اسے یہاں بھی سکون کی منزلیں نصیب ہوں گی اور آخرت میں بھی اسے کسی قوم کا خوف و ہراس نہ ہوگا۔

حضرات! آج مسلمان ایک دوراہے پر کھڑا ہے، نشیب وفراز سے گذر رہا ہے، ماحول کی رنگارنگی میں کھویا ہوا ہے، مٹی کا ایک انبار و تودہ بنا ہوا ہے۔ دنیا اسے استعمال کررہی ہے۔ اسے ہر طرح پامال کرنیکی کوشش کی جارہی ہے، اس کی بے حسی وہوسناکی سے فائدہ اٹھارہی ہے تو ہیں اسے لقمۂ تر سمجھ کر اسے نگلنے کی کوشش کررہی ہے۔ اسے ہر طرح پامال کرنے کی بے فائدہ کوشش کیجارہی ہے۔ اور یہ مسلمان دوراہے پر کھڑا تماشائی بنا ہوا ہے، سود وزیاں کے اندیشے سے بے خبر اپنی کشتی حیات کو آگے بڑھا رہا ہے۔ اس کی زندگی جمود و تعطل کی شکار ہے۔ اس کی باگ بالکل ڈھیلی ہے، دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے کھڑا ہے۔ لیکن دوستو! صحیح مسلمان وہ ہے جو تمام باطل خطرات کا سامنا کرکے زندگی کو زندگی بنائے رکھنے کے لئے ہر دم کوشاں رہے کیوں کہ زندگی ایک پیہم روانی کا نام ہے۔ مسلمان وہی ہے جو اس زندگی سے لڑنے کا سلیقہ سیکھے، موجوں سے ٹکرانے اور پہاڑوں طوفانوں سے آنکھیں ملانیکی اسمیں ہمت پیدا ہوجائیگی زندگی کی...صحیح قدریں تلاش کرلے، اسے مرنے کا سلیقہ اور جینے کا قرینہ آجائے۔ اسے اپنی تعمیر سماج ومعاشرے کی تعمیر کے لئے قربانیاں پیش کرنی چاہیئے۔ اسلاف کے کارناموں کو پڑھ کر اس میں حمیت، جوش، غیرت اور بے باکی کا اندازہ کرنا چاہیئے، تب وہ مسلمان زندہ قوموں میں شمار ہوسکتا ہے۔ مسلمان

کے اندر اس قسم کی ساری صفات موجود ہیں۔ یہ راکھ کے ڈھیر میں دبی ہوئی چنگاری ہے، جب بھی اسے ہوا ملے گی یہ شعلۂ جوالہ بن کر پورے نیستاں کو خاکستر کر دے گا۔ اقبال مرحوم نے کہا تھا۔ اور پوری ترجمانی کی تھی ؎

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ ۞ جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی
اپنی دنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے ۞ سِرِّ آدم ہے، ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

حضرات! آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اندر ایسا انسان اور ایسا مسلمان تلاش کریں۔ جس میں زندگی کو زندگی بنانے کی صلاحیت ہو۔۔۔ انسانیت کی صحیح تعمیر کی صلاحیت ہو۔ دنیا کے جھمیلوں سے ٹکرانے کی صلاحیت ہو۔ طوفان اور سمندروں میں کود پڑنے کا حوصلہ ہو، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ، آپ کے اخلاق و عادات، معاشرت و معیشت، سیادت و قیادت کی صحیح اور سچی تصویر پیش کرتا ہو، اور اسے اپنی تقدیر خود بنانے کی فکر ہو ؎

اوروں کے بنانے سے تقدیر نہیں بنتی ۞ ہم جہدِ مسلسل سے تقدیر سنواریں گے

جب ہم ایسے مسلمان کی تلاش میں کامیاب ہو جائیں گے تو زندگی میں ہمیں جینے کا سلیقہ آ جائے گا ہم خوابوں کی تعبیر بن سکیں گے اور ببانگِ دہل اعلان کر سکیں گے ؎

خام ہے جب تک تو ہے مٹی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ حوصلہ اور جرأت عطا کرے کہ ہم زندگی کے تابع نہ ہوں بلکہ زندگی ہمارے تابع ہو اور ہم اسلامی اصول کے مطابق خود کو ڈھال سکیں۔ آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

محاسبۂ نفس

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل، گر کوئی دفتر میں ہے

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ المُرسَلِینَ ط مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحبِہٖ اَجمَعِینَ ط الطَّیِّبِینَ الطَّاہِرِینَ ط اَمَّا بَعدُ! قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی القُراٰنِ الکَرِیمِ ط فَمَن یَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ خَیرًا یَّرَہٗ وَمَن یَّعمَل مِثقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ط۔

آج بدلا ہوا میخانہ کا میخانہ ہے ‖ آج نہ مسجد ہے نہ مے ہے نہ میخانہ ہے
جسطرف دیکھیے ویرانہ ہی ویرانہ ہے ‖ یک بیک بدلی زمانے نے یہ کروٹ کیسی

محترم حضرات سامعین کرام! میں نے ایک آیت کریمہ تلاوت کی ہے یہ آیت سورہ زلزال کی ہے اس کے بارے میں کہ اس سورۃ کو پڑھ کر آدمی کا کلیجہ دہل جاتا ہے خوف وہراس اور سراسیمگی انسان پر طاری ہو جاتی ہے۔ اس سورۃ میں قیامت کے بھیانک منظر کا تذکرہ کیا ہے جب زمین میں بھونچال آجائے گا، زمین اپنے اندر کے پوشیدہ دفینوں کو باہر نکال پھینکے گی۔ اس وقت انسان بڑی پریشانی و حواس باختگی کے عالم میں اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے گا۔ اضطراب و بیکلی کا عالم ہوگا، نفسی نفسی کی کیفیت ہوگی۔

اس آیت کریمہ میں اس وقت کے بعد کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ قرآن نے صاف اعلان کیا ہے کھلے لفظوں میں پکار کر کہا ہے، کہ دنیا کے

تمام رہنے والے سن لیں "کان کھول کر سن لیں" اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہی زندگی ہے، یہیں جی کر مرنا ہے۔ یہیں اپنی زندگی گذار کر مٹی ہو جائیں گے جسطرح چاہیں ہم یہاں رہیں، جیسے چاہیں اعمال کریں، ہم سے کوئی پوچھ گچھ نہ ہوگی۔ ہم سے اس کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جائے گا۔ یہ اسکی بھول ہے بہت بڑی بھول۔ یہ اس کی نادانی ہے۔ دنیا میں اسکے انہماک کا نتیجہ ہے۔ جو شخص یہاں جو کچھ کرتا ہے قیامت کے دن اس سے سوال کیا جائیگا۔ اس سے سوال ہوگا کہ ہم نے بہترین تندرستی عطا فرمائی تھی۔ اسے کن چیزوں میں صرف کیا۔ اس سے معلوم کیا جائے گا کہ ہم نے بہترین کان آنکھ، ناک عطا کئے تھے ان کا استعمال کس طرح کیا۔ اس سے پوچھا جائے گا ہم نے علم کے خزینے اور دولت کے دفینے دیئے تھے وہ تم نے کیا کئے ہم نے تم کو بندہ بنا کر بھیجا تھا۔ غلامی و بندگی کا حق کیسے ادا کیا۔ اپنی پیشانی ہمارے آگے جھکائی یا نہیں۔ قیامت میں ہر نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا وَلَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ہر قسم کی آسائش کے بارے میں پوچھ ہوگی دنیا کے اندر اتنے انعامات سے اللہ نے نوازا ہے انکا اگر شمار بھی کیا جائے تو شمار نہیں کیا جا سکتا وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها۔ ایک حدیث میں آیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

راوی ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک دن نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے وقت گھر سے نکلے رات کے وقت یا دن کے وقت، جب آپؐ باہر نکلے اسی وقت ابوبکر صدیق عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی اپنے گھروں سے نکلے، اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں سے فرمایا۔ تم دونوں آج بے وقت گھر سے کیسے نکل آئے ہو، کس چیز نے تمھیں مجبور کیا ہے۔ بیک زباں ہوکر سیدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ ہم بھوک کی وجہ سے مضطرب و پریشان ہیں۔ اسی بھوک کی بے تابی نے ہمیں گھروں سے نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مجھے بھی اس وقت گھر سے نکلنے پر اسی بھوک کی اضطرابی و پریشانی نے مجبور کیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اچھا چلو میرے ساتھ۔ آپ دونوں کو اپنے ساتھ لے کر ایک انصاری کے یہاں تشریف لے گئے۔ اتفاق ایسا کہ وہ انصاری صحابی بھی گھر پر تشریف فرما نہ تھے۔ ان کی اہلیہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔ آپؐ نے فرمایا کہ آپکے خاوند کہاں تشریف لے گئے۔ اہلیہ نے جواب دیا کہ وہ پانی لینے کے لئے گئے ہوئے ہیں اتنے میں وہ صحابی تشریف لے آئے۔ ان عظیم ترین مہمانوں کو دیکھکر ان کا چہرہ

فرطِ مسرت سے کھِل اٹھا۔ فرحت وانبساط کی کیفیت طاری ہو گئی ___ اور کیوں نہ ہو ___ آخر دردمندوں کے درمیاں خلاصۂ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار جو ہو رہا تھا۔ اپنے آستانہ میں دین و دنیا کی بھلائی کا مظہر ہو رہا تھا ___ خوشی و مسرت کے جذبات سے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مَا اَحَدٌ الْیَوْمَ اَکْرَمُ اَضْیَافًا مِنِّی ساری تعریفیں خدائے بزرگ تر کے لائق ہیں۔ آج اس رُوئے زمین پر مجھ جیسا خوش نصیب میزبان کوئی نہیں ہے۔ آج رُوئے زمین پر معزز ترین مہمانان میں جو معزز تر ہو سکتے ہیں..... میرے غریب کدہ پر تشریف فرما ہیں۔ یہ حقیقت بھی تھی۔ بھلا اللہ کے رسول اور آپؐ کے رفیقوں سے بڑھ کر کون معزز و معظم ہو سکتا ہے۔ پھر ان انصاری صحابی نے کچھ کھجور کے خوشے پیش کیے جس میں کچی پکی ہر قسم کی کھجوریں تھیں۔ اور ایک بکری ذبح کر کے وہ آپؐ کی خدمت میں لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں نے تناول فرمایا۔ اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ والذی نفسی بیدہ لَتُسْئَلُنَّ عَنِ النَّعِیْمِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔ اس ذاتِ بابرکت کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ تم بھوک کی اضطرابی کی وجہ سے نکلے اور اللہ نے سیراب فرماکر تمھیں واپس کیا

دوسری روایت میں اس میں کچھ اور اضافہ کیا گیا ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تم سے ان آسائشوں کے بارے میں پوچھ

گچھ ہوگی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس وہ کھجور کا خوشہ رکھا ہوا تھا۔ جس میں ناکارہ کھجوریں تھیں۔ عمر فاروق رضؓ نے اس خوشہ کو زمین پر مارا جس کی وجہ سے وہ تمام بیکار کھجوریں بکھر پڑیں۔ پھر عرض کیا۔ کیا اللہ کے رسول ﷺ ان بیکار کھجوروں کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ان کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔

حضرات! سوچنے کا مقام ہے غور و فکر کی ضرورت ہے کہ ادنیٰ سی ادنیٰ چیز کے بارے میں ہم سے سوال ہوگا۔ اور قیامت کے دن ہر نعمت کے بارے میں اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، جو تلذذ اور مزے دار کھانا کھایا جاتا ہے اس کے بارے میں بھی سوال کیا جائے گا۔ قسم قسم کے مشروبات جو انسان کو فرحت بخشتے ہیں ان کا بھی حساب ہوگا اور اس وقت ظلم بھی نہ کیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ فرمائیں گے ہم آج کسی پر ظلم نہیں کریں گے کسی کے ساتھ زیادتی نہیں ہوگی۔ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ لَاظُلْمَ الْیَوْمَ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ کہ آج کئے کا بدلہ ملے گا، جیسا کسی نے بویا ہوگا ویسا ہی کاٹے گا۔ اگر کسی نے رائی کے دانے کے برابر بھی برائی کی ہوگی وہ وہاں اسے دیکھ لے گا۔ اگر کسی نے دانے کے برابر بھی اچھا عمل کیا ہوگا، اس کے سامنے آجائے گا۔۔۔۔ اس کا اعمال نامہ کھلی کتاب ہوگی، بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر چیز اسمیں لکھی ہوئی ہوگی۔ انسان یہ کہے گا کہ میرے اعمال نامے کو کیا ہوگیا، اس میں تو کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو لکھی نہ گئی ہو۔

اسی کو قرآن نے بیان فرمایا ہے:۔

مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّا اَحْصٰهَا۔
ایک حکم میں یہ ارشاد فرمایا گیا:۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ
وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔

دوستو! آپ اندازہ لگائیے، آج ہمارے اندر کتنی بُرائیاں پیدا ہوگئی ہیں کس قدر خرابیاں آگئی ہیں۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں جس میں ہم سے بُرائیاں سرزد نہ ہوتی ہوں۔ ہم خدا کے سامنے جُھکنے کے بجائے بندوں کے آگے جُھکنے لگے ہیں۔ ہم خدا کی طاقت و قدرت پر بھروسہ کرنے کے بجائے طاغوتی اور شیطانی طاقتوں پر بھروسہ کرنے لگے ہیں ــــــــ اور بے محابا بُرائیوں پر بُرائیاں کرتے چلے جاتے ہیں۔ نہ آخرت کا خوف ہے نہ حساب وکتاب کی فکر، حشر کی رُسوائی کا ڈر ہے۔ نہ قیامت کے ہولناک مناظر کی پروا... اور نہ ہی اللہ کے سامنے کھڑے ہونے پر غور۔ اسی دنیا پر بُری طرح پڑے ہیں جس کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَطَالِبُهَا کِلَابٌ۔ کہ یہ دنیا مردار ہے اور بُری طرح اس کے پیچھے پڑنے والے اپنی خواہشات کو تج کرنے والے۔ اسی کو حقیقی عیش اور ابدی زندگی تصوّر کرنے والے کُتے ہیں۔ اسی کے بارے میں

فرمایا الدُّنیا مَزرَعۃُ الاٰخِرَۃ کہ یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اگر اس دنیا کی کوئی حقیقت ہوتی۔ ایک مچھر کے پر کے برابر بھی اس کی قیمت ہوتی۔ اسمیں خیر ہوتی تو دنیا و آخرت کے تاجدار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے رو گردانی نہ کرتے۔ اس سے اتنی بے اعتنائی نہ برتتے۔ آج ہم دیکھتے ہیں جب موت کی پُرزور آندھی بڑے بڑے طوفانی بگولوں، قدآور شخصیتوں، مالداروں، وزیروں، خوبصورت محلات رکھنے والے انسانوں سے ٹکراتی ہے، تو اس کی یہ ساری بہترین عمارت، چاندی جیسے دانت، خوبصورت جسم، کڑیل جوانی سب خاک میں ملجاتے ہیں۔ پھر اپنی ساری زندگی کا حساب دینا ہوتا ہے۔ ایک ایک پل کے بارے میں جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔

حضرات! پھر کیوں نہ ہم بیدار ہو جائیں۔ اپنے اعمال کا ہم کیوں محاسبہ نہ کریں۔ دن بھر میں ہم نے جو کیا ہے، اس پر غور کیوں نہ کریں، ظلم و ستم سے کیوں باز نہ آئیں، چوری، غیبت، اتہام، فرائض واجبات کا ترک کرنا ہم کیوں نہ چھوڑیں۔ خدا کی طاقت ہی سب سے بڑی طاقت کیوں نہ تصور کریں۔ آج سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ آدمی اپنا محاسبہ کرے، اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے۔ رات کو سوتے وقت اپنے دماغ پر زور ڈالے کہ آج مجھ سے کسی کی دل آزاری تو نہیں ہوئی ہے؟ اپنے نفس کا کڑا محاسبہ کرے، یہ آیت یاد رکھے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ اور ہم اپنی زندگی میں ہر وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرنے والے بن جائیں۔ انشاء اللہ! بہت سی برائیوں سے ہم رستگاری حاصل کریں گے ؎

ایک دن دینا ہے تجھکو لمحہ لمحہ کا حساب
زیست کا اپنی ہر اک سُود وزیاں تحریر کر

طارق بن ثاقب

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن،

قطعہ

وہ قوم ہی قائد ہے اور فاتح ہے جہاں میں
جس قوم کے اخلاق کی چلتی رہے تلوار
اُس قوم کی دُنیا میں نہیں کچھ بھی حقیقت
جس قوم کے کردار کا گھٹ جاتا ہے معیار

طارق بن ثاقب

ایک اہم دینی فریضہ

شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب

(اقبال مرحوم)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ
اَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ
الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ
وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جناب صدر و محترم حاضرین!! آج کی اس محفل میں آپ حضرات کے سامنے کچھ نماز کے متعلق عرض کروں گا، جو عبادتوں میں سب سے زیادہ اہم عبادت ہے، جو قرب خداوندی کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھے صحیح کہنے اور ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔

حضرات! جب قیامت قائم ہوگی، حشر کا میدان ہوگا اور تمام دنیا کے اولین اور آخرین کا اجتماع ہوگا، ہر شخص عجیب کیفیت میں مبتلا ہوگا۔ ہر انسان کی پیشانی عرق آلود ہوگی، نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔ قرآن نے اس کا نقشہ عجیب انداز اور اچھوتے طرز سے کھینچا ہے۔ فرمایا۔

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ لِکُلِّ
امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْہِ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَۃٌ ضَاحِکَۃٌ

مُسْتَبْشِرَةٌ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ یعنی وہ دن ایسا ہوگا۔ جس دن بھائی بھائی سے جُدا ہوگا۔ بیٹی ماں سے بھاگے گی، باپ بیٹے سے نفرت کرے گا۔ شوہر بیوی سے الگ تھلگ ہوگا۔ بیوی اپنے شوہر سے کوسوں دور بھاگے گی۔ غرض اس دن ہر انسان میں ایک شانِ بے نیازی ہوگی، ہر شخص بے چینی و گھبراہٹ کے عالم میں مبتلا ہوگا۔ حق جل مجدہٗ کی جانب سے بھی ارشاد ہوگا کہ آج یہاں نہ تمہاری جائداد کام آئے گی، نہ تمہارے محلات تمہیں بچا سکیں گے نہ تمہارے دوست و احباب کا جمِ غفیر بچا سکے گا۔ آج تو صرف اور صرف تمہارے اعمال کام آئیں گے، تمہاری دیانت و امانت، تمہاری صداقت و روحانیت آج.. تمہیں اس یوم الجزاء سے بچا سکے گی۔ ارشاد ہوگا۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل گر کوئی دفتر میں ہے

دوستو! ان تمام اعمال میں سے بھی سب سے پہلے نماز کا سوال کیا جائیگا، پوچھا جائے گا۔ ہم نے تمہیں تندرستی و صحت عطا کی تھی تم نے اسے نماز کے لیے استعمال کیا یا نہیں؟۔

روزِ محشر کے جاں گداز بود ٭ اولین پرسشِ نماز بود

یقیناً نماز ایک اہم ترین عبادت اور دین کا اہم ستون ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ نماز دین کا ستون ہے،

جس نے نماز کو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا. جس نے نماز کی پروا نہ کی وہ دین سے بے پروا ہو گیا. کفر اور اسلام کے درمیان نماز ہی حدِّ فاصل ہے

حضرات! نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ بیماری میں بھی نماز معاف نہیں ہے اگر کوئی شخص کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو وہ بیٹھے بیٹھے نماز ادا کرے، اگر بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو لیٹے لیٹے ہی نماز پڑھے، نماز کسی بھی صورت میں معاف نہیں ہو سکتی، ایک حدیث میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ. یعنی جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑا اس نے کافروں والا عمل کیا. گویا نماز کفر و اسلام کے درمیان میں ایک آڑ ہے، اگر کوئی شخص نماز چھوڑتا ہے تو وہ اس آڑ کو ختم کر دیتا ہے. نماز ایک نور ہے اس سے دل کو روشنی ملتی ہے، اس سے ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے. سکون و اطمینان میسّر ہوتا ہے. فرمایا تاجدارِ مدینہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوة میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے. جب بھی گھبراہٹ کا موقع ہوتا یا کوئی مصیبت نازل ہوتی. آندھی و طوفان آتا تو آپ فوراً مسجد کا رُخ کرتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے.

محترم سامعین کرام! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بہت سی مقامات پر..... نماز کے قائم کرنے کا حکم فرمایا ہے. ساتھ ہی ساتھ ایک بات اور گوش گذار کردوں جس سے معلوم ہو گا کہ اس کی اہمیت کسقدر ہے. اور ہم اس سے

کتنے غافل اور اپنے فرضِ منصبی سے کس قدر دور ہیں۔ اللہ نے یہ فرمایا ہے۔
اَقِمِ الصَّلٰوۃ یا یوں فرمایا ہے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃ یعنی نماز قائم کرو۔ اس کا
مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خود بخود تو نماز پڑھ لیتا ہے، پنجوقتہ اپنی
پیشانی کو جھکا لیتا ہے۔ لیکن دوسروں کو اس کی تلقین نہیں کرتا، اپنے گھر
والوں کو، بیوی، بچوں کو، عزیز و اقربا کو، رشتے داروں کو اور ماتحتوں کو
نماز کا حکم نہیں کرتا۔ تو دوستو! وہ نماز کا قائم کرنیوالا نہیں ہے، اس کے
مرنے کے بعد پھر اقامتِ نماز نہیں ہوگی۔ جہاں بھی قرآن میں اور احادیث
رسول ؐ میں اس کا حکم دیا گیا وہاں نماز پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ نماز کو قائم
کرنے کے لئے کہا ہے۔ اور انہیں کی تعریف قرآن میں فرمائی ہے جو اقامتِ
صلوٰۃ کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔ فرمایا:۔ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ
الصَّلٰوۃَ۔ اس لئے جہاں ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم نماز پڑھیں
وہیں یہ بھی ضروری ہے ہم اپنے بیوی بچوں کو، اپنے گھر والوں کو، اپنے
رشتے داروں کو اور ماتحتوں کو نماز کے قائم کرنے کا حکم دیں، اس بات سے
ہم کتنے غافل ہیں۔ اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں۔ آج ہم نماز پڑھتے
ہیں۔ ہماری اولاد سینماؤں، تھیٹروں میں، ناچ گانوں کی محفلوں میں
عشرت کدوں میں خوب دھوم دھڑاکے سے جاتی ہیں۔ ہم جہاں ذکرو
اشغال کی مجلس میں بیٹھتے ہیں، ہمارے ماتحت، ہماری مائیں بہنیں چغلی
غیبت، اتہام۔ اور بیکار قسم کی باتوں میں مشغول رہتی ہیں۔ لیکن ہم انھیں

کبھی منع بھی نہیں کر سکتے۔ ان کی آخرت کا ہمیں کبھی فکر لاحق نہیں ہوتا آج ہمارے پورے معاشرہ و سوسائٹی کا یہی حال ہے، اللہ ہماری حفاظت فرمائے آمین!

حضرات! ہمارے دنیا میں آنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم یہاں اچھے عمل کریں، خدا کے یہاں سرخ رو ہو جائیں، فحش اور بری باتوں کا ہم سے خاتمہ ہو جائے، اور یہ باتیں اس وقت ہو سکتی ہیں جب ہم نمازوں کا اہتمام کریں، خدا سے لو لگائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ۔ یقیناً نماز ہی بری باتوں اور بے حیائی سے روکتی ہے۔

آئیے! ہم عہد کریں، انشاء اللہ نمازوں کا اہتمام رکھیں گے پنجوقتہ خدا کے دربار میں اپنی پیشانی جھکایا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور تمام مسلمانوں کو نماز کے اہتمام کی سچی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

٭٭٭

اللہ کا سو شکر، کہ پروانہ نہیں میں
دریوزہ گرِ آتشِ بیگانہ نہیں میں

٭

نماز
مساوات
کا
حسین درس

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات
اقبالؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حَامِدًا وَّمُصَلِّيًا اَمَّا بَعْدُ! قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ (اوکما قال)

روزِ محشر کہ جان گداز بود

اوّلیں پرسشش نماز بود

محترم حضرات!! یہ محفل جسمیں تذکرہ خداوندی ہو رہا ہے، جسے خدا کی رحمتوں نے گھیر رکھا ہے۔ جہاں فرشتے پروانہ وار آرہے ہیں، جو درحقیقت دنیا کی محفلوں سے زیادہ عظیم، کائنات کے جلسۂ وجلوس سے زیادہ اس کی اہمیت ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اس مبارک محفل میں ایسے اہم مضمون کے بعض گوشوں کو اجاگر کردوں۔ جو ایمان کے بعد مذہب وشریعت کا سب سے بنیادی جز اور دین کا سب سے اہم ستون ہے آپ حضرات سے درخواست ہیکہ پوری توجہ سے سنیں اور جو کہا جائے اسپر ہم سب عمل کرنیکی بھی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق نصیب فرمائے۔

حضرات! اس دنیا میں جتنے مذاہب ہیں، جتنی قومیں آباد ہیں، ان مذاہب اور ان قوموں کے عبادت کے طریقے مختلف ہیں۔ ہر ایک کا طریقۂ کار الگ الگ ہے۔ ہر ملّت کا انداز جُداگانہ ہے اور تمام ملل واقوام کی تربیت علیحدہ ہے۔ کوئی کسی طریقہ سے پوجا کرتا ہے۔ کوئی کسی طریقہ سے اپنی پیشانی خم کرتا ہے۔ کوئی سورج کو مانتا ہے۔ کوئی دیوی دیوتاؤں کے آگے اپنی جبینِ عقیدت

جھکا ڈالتا ہے۔ اس کے علاوہ نہ معلوم کتنے طریقے ہیں لیکن ان تمام طریقوں میں شرک کی آمیزش ہے۔ ان میں خدا کے ساتھ کسی اور کو شریک و سہیم بنایا جاتا ہے۔ لیکن ایک طریقہ اسلام کا بھی ہے جس میں خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کیجاتی ہے۔ اسکے سامنے سر تسلیم خم کیا جاتا ہے اور اپنی محبوب پیشانی کو بارگہہِ ایزدی کے سپرد کرادیا جاتا ہے۔ ہم اسے اصطلاحِ شریعت میں نماز کہتے ہیں۔ اسی کے بارے میں آیا ہے اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّین نماز دین کا ستون ہے یہ نماز ایک عملی مشق ہے۔ زندگی و سماج میں اس کے ذریعہ سے ہر طرح کا ڈسپلین اور نظم قائم کیا جاسکتا ہے۔ نماز سے کیا ملتا ہے؟ نماز کیوں ادا کی جاتی ہے۔؟ اس کا طریقہ اس انداز کا کیوں ہے؟ ان کا جواب بھی آپ کے سامنے دینے کی کوشش کروں گا۔

فرزندانِ اسلام و پیروانِ شریعت چند الفاظ میں سنئے۔

نماز تقربِ خداوندی کا ذریعہ ہے۔ نماز عشق کی پہلی منزل ہے۔ نماز محبوب کے لئے بہترین ہدیہ ہے۔ نماز تکبر و گھمنڈ توڑنے کا سب سے بہترین ذریعہ ہے۔ نماز فروتنی و انکساری اور عاجزی کا اچھا ہتھیار ہے، نماز سرخ روئی کا طریقہ، پژمردہ قلوب کے لئے ایک شفایاب نسخہ ہے، نماز زندگی گذارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے، نماز ایک تنظیم کا درس اور اچھے کردار کا نمایاں مظہر ہے۔ نماز اتفاق و اتحاد انس و محبت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔ نماز عدل و انصاف، برابری و مساوات اور رواداری کا سبق سکھاتی ہے۔ اس سے جذبۂ

اخوت پیدا ہوتا ہے درد دل اور درد انسانیت کا ——— درس
ملتا ہے۔ یہ روحانیت کی معراج، تہذیت کی منتہائے کمال ہے۔ نماز
اوقات کی پابندی، روح کی صفائی، ذہن کی بالیدگی کی راز ہے، نماز دل کا
سکون، قلب کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک اور نورانیت کا سرچشمہ ہے اور
حقیقت یہ ہے کہ نماز زندگی کا ایک درس اور حیاتِ اُخروی کی کنجی ہے۔ بڑے
ہی خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو نماز صحیح وقت پر اس کی تمام خوبیوں کے
ساتھ ادا کرتے ہیں۔ خدا سے اپنا رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ اور ان تمام صفتوں کو اپنے
اندر جمع کر لیتے ہیں۔ سامعین کرام! - اسی نماز کی ایک ایک صفت اور ایک ایک
ادا کو دیکھ کر کتنے حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

محمد علی کلے جو مشہور چمپین باکسر ہے یہ پہلے ایک غیر مسلم تھا، اپنے وقت
میں باکسنگ کے ذریعہ کتنے منہ کو اس نے بگاڑا ہے۔ کتنے چہروں کے
زاویے اس نے بدل ڈالے لیکن جب اسلام کے اس اہم ستون نماز کا
روح پرور منظر اس نے دیکھا تو اس کا بگڑا ہوا دل صحیح ہو گیا۔ اس کے کلیجے
کا پتہ پانی ہو گیا ——— اس نے دیکھا کہ اس نماز میں کہیں
سیاہ و سپید کا، کالے گورے کا، عربی و عجمی کا، امیر و غریب کا۔ بادشاہ و فقیر کا
حاکم و محکوم کا، آقا و غلام کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ کہیں بھی کوئی فرق نہیں،
ایک سب سے بڑے فرماں روا کی صدا بلند ہوتی ہے، سب جھک جاتے ہیں۔
جب مکبر تکبیر بلند کرتا ہے سب ایک ہی آواز کے ساتھ اپنی پیشانی زمین پر
رگڑنے لگتے ہیں۔ رکوع میں جانے کا، سجدہ سے اٹھنے کا، یکبارگی ہاتھ

باندھنے اور چھوڑنے کا، برابر کھڑے ہونے کا کتنا دلکش و دلآویز منظر ہے۔ اور پھر سب ہی بارگاہِ خداوندی میں ہاتھ اُٹھاتے ہیں، اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہیں۔ یہ حسین سبق میرے لئے درسِ عبرت بھی تھا اور درسِ مساوات بھی ——— محمد علی کلے کہتا ہے: لوگوں کی تلوّن مزاجی، ناہمواری اور اسی دھرتی پر بسنے والے، اسی آکاش کے نیچے رہنے والے کے درمیان اونچ نیچ، سیاہ و سفید کی جنگ نے میرے دل و دماغ کو مفلوج کرکے رکھدیا تھا۔ نماز کے اس مساویانہ برتاؤ نے میری آنکھیں کھول ڈالی، میری زبان پر اسلام کا ترانہ اور میرے لبوں پر ایمان کا نعرہ گونج اٹھا۔ اور اسی وقت میرے دل نے خوشی کا شادیانہ بجایا اور میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوگیا۔ یہ ایک ہی ایسی مثال نہیں نہ معلوم اس روئے زمین پر کتنے محمد علی کلے ہیں جو اسلامی صفات اور نماز کی ان خوبیوں کو دیکھکر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔

دوستو! نماز کا ایک ایک رکن درسِ حیات ہے، کاش ہم اسے سمجھیں، اسلامی عبادات کا تحقیقی نظر سے جائزہ لیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ روحانیت و مادیت کا کیسا حسین سنگم اسلامی احکامات ہیں۔

حضرات!۔ بات نماز کی ہورہی ہے کہ اسمیں اس قدر خوبیاں ہیں اس کے پڑھنے سے اتنی صفات انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں۔ آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ نماز فحش بے حیائی اور بُری باتوں سے انسان

کو روک دیتی ہے۔ لیکن آج کا انسان کہہ سکتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ وہ پکے نمازی ہیں لیکن ہمیں نہ سکون میسر ہے نہ ہی ہماری خلش و بے چینی کم ہوتی ہے ہماری برائیوں میں اور اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

ایک آدمی نماز بھی پڑھتا ہے ظلماً دوسروں کی زمین ہڑپ کر لیتا ہے نماز بھی پڑھتا ہے۔ جھوٹ عیاری، و مکاری میں بھی پیش پیش رہتا ہے۔ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں۔ لیکن قرآن کا فرمان بالکل اپنی جگہ درست ہے سورج کی روشنی سے انکار کیا جا سکتا ہے چاند کی تابانی کے بارے میں شک کیا جا سکتا ہے۔ مشاہدہ کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔ لیکن قرآن کی ایک ایک بات ایک ایک حرف میں شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے صحیح فرمایا ہے، کہ نماز بے حیائی سے روکتی ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں، لیکن برائیوں کا انسداد نہیں ہوتا۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ غلطی کہاں ہے۔ یقیناً ہماری نماز ہی میں غلطی ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں دل بچوں میں رہتا ہے۔ ہم نماز پڑھتے ہیں دل تجارت و کاروبار میں لگا رہتا ہے۔ تو وہ نماز ہی کہاں ہوئی ——————!

ایک مچھر بھی اگر کاٹ لیتا ہے تو ہم بے چین ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ چلانے لگتے ہیں —————— ایک صحابۂ کرام بھی تھے۔ نماز میں تیر لگ گیا پتہ ہی نہیں چلا، ٹانگ کٹوائی پتہ ہی نہیں چلا۔ سانپ بچے کو ڈسنے کے لیے دوڑا۔ دوسرے حضرات مارنے کے لیے دوڑے شور و شغب ہوا

لیکن پاس میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے باپ کو پتہ ہی نہیں چلا۔ تو حضرات ایسی نماز ہے جس کے بارے میں فرمایا ہے، ہم گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں کیا ہماری نماز ایسی ہے۔ ہم دل لگتی نمازیں پڑھتے ہیں رب لگتی نمازیں نہیں پڑھتے۔ آؤ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی نمازیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے جس پر کامیابی کا وعدہ ہے ——— اور ہم سے بھی فحش و بے حیائی کی باتیں چھوٹ جائیں۔

آمین اللّٰھم آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

* * *

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے

نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

اقبالؒ

تفرقہ بازی

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تا بخاکِ کاشغر

(اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہٗ

قال اللہ تعالیٰ:۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم۔ اذکنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اخوانا ط

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاکِ کاشغر

حضرات! آج کی اس مجلس میں اپنے دل کی دھڑکن اپنے ضمیر کی آواز اور اپنے قلب کے داعیہ کو پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اپنے جذبات پر قابو پاکر سنجیدگی کے ساتھ کچھ کہنا چاہوں گا مجھے امید ہے کہ آپ حضرات بھی سنجیدگی ومتانت کے ساتھ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت سے میری گزارشات پر غور فرمائیں گے۔ دعا بھی کیجئے اللہ تعالیٰ مجھے صحیح کہنے اور ہم سبکو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے، شاید کہ ترے دل میں اُتر جائے مری بات

حضرات! آج کل پوری دنیا الگ الگ خطوں میں بٹی ہوئی ہے۔ الگ نسب، جُدا جُدا رنگ ونسل ہے، کوئی کسی خطے کی پوجا کرتا ہے، کوئی کسی دیوی کا پرستار ہے، کوئی کسی بت کی پوجا کرتا ہے، کوئی سورج کو مانتا ہے کوئی

چاند کے آگے اپنی پیشانی جھکاتا ہے، کہیں رنگ و نسل پر جھگڑے ہیں، کہیں قبیلہ کی بات پر جنگ و خونریزی کی نوبت، افسوس اس بات پر ہے کہ وہ قوم جس کا نبی ایک، جس کا قرآن ایک، جس کا خدا ایک، جس کا حرم ایک، جس کا قبیلہ ایک، جس کا طریق ایک، جن کا نفع و نقصان ایک، جن کا دین و ایمان ایک، شریعت و مذہب کی بنیاد متحد، جن کے رہنے سہنے کے اطوار متفق، جس کی حقیقت و ماہیئت میں یکسانیت، ایسی قوم، ایسے افراد ایسے دین و ایمان کے ماننے والے حضرات بھی اس رنگ و نسل، اور ذات و پات کے دامِ فریب میں پھنس گئے، ان میں بھی رنگ و خون کے نام پر جھگڑوں کی نوبت آنے لگی، ان کا بھی آپس میں اتحاد پارہ پارہ ہوگیا۔ یہ بھی جاہلیت کے اس دور میں پہونچ گئے جہاں سے انھیں نکالا گیا تھا، نفسانیت نے انھیں بھی اس عمیق غار میں دھکیل دیا جہاں سے چودہ سو برس پیشتر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکال کر ایک اخوت و مساوات کا درس دیا تھا۔

حضرات! آج بھی وہی نقشہ ہے اور ہمارے بہت سے زعمار قوم، ہمارے قائدین ان نقشوں میں رنگ و روغن بھر رہے ہیں۔ اپنی منفعت و قیادت کی خاطر پوری قوم کا بلیک میل کر رہے ہیں، سیدھے سادے عوام اور بھولے بھالے انسانوں کے طرزِ زندگی پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں، ان کے ایمان و ایقان کے گلِ گلزار کو ویرانوں میں تبدیل کر رہے ہیں۔ اس حرص و

ہوس کے دور میں یہ قزاق رقابت وحسد کی آگ بھڑکا کر اپنا اُلّو سیدھا کرنے کی فکر میں لگے ہیں۔ انھیں اس کی فکر نہیں کہ مستقبل میں یہ قوم اس فکر کے نتیجے میں کہاں سے کہاں پہونچ جائیگی کتنے خطرات اسے گھیر لیں گے۔ یہ اس کی رقابت، تفرقہ بازی اس کے لئے خطرہ کی گھنٹی ہے۔ جہاں اس قوم کا اتحاد پارہ پارہ ہوا، ملت کے افراد اس دامِ رقابت کا شکار ہو گئے۔ تو یاد رکھئے وہ دن دور نہیں، ہماری رہی سہی ساکھ بھی ختم ہو جائیگی۔ اقتدار کا تازیانہ جدھر ہمیں لے جائیگا۔ ہم بے چون و.... چرا چلے جائیں گے۔ ہمیں ملی تشخص تو دور کی بات ہے اپنا تشخص برقرار رکھنا بھی بڑا مشکل ہو جائیگا ہمارا ترقی کرنا تو درکنار اپنے وجود کے لئے ہم ترسیں گے۔ اقبال مرحوم نے اس کا رونا رویا ہے، فرماتے ہیں ؎

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہے سب کا نبیؐ دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی قرآن بھی اللہ بھی ایک
کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہیں کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

سامعین کرام! آج اس مسلم قوم کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ چند نام نہاد قائدین نے اس اجتماعیت کا شیرازہ بکھیر کر رکھدیا ہے۔ یہ امت تسبیح کے دانوں کی طرح بکھری پڑی ہیں۔ اپنی دکان چمکانے کی خاطر، شیخ و سید، مرزا افغان ایرانی، تورانی، افغانی، ہندوستانی کی ایسی خلیج پیدا کر دی ہے جس کا پاٹنا بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے، قومیت کا بھوت دل و دماغ پر اس قدر چھا گیا دوسرے قبیلہ کی بات تک سننا کوئی گوارہ نہیں کرتا، اس کی اصل کہاں تک درست ہے، اسمیں کتنی صداقت و حقانیت ہے ——— آیئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا جائزہ لیں۔ قرآن و حدیث کے بیان سے اس جہالت سے پردہ اٹھائیں۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو دعوت دی، تبلیغ کرتے رہے، حیرت کا مقام ہے، ساڑھے نو سو برس، آپ پر طعن و تشنیع کے تیر پھینکے گئے، پھبتیاں کسی گئیں، مذاق اڑایا گیا، لیکن آپ یہ فریضہ انجام دیتے رہے، آپ کی قوم کے کچھ سربراہ حضرات آپ کے پاس آئے، کہنے لگے کہ اے نوح! آپ کے جو ماننے والے حضرات ہیں۔ وہ نیچے درجہ کے لوگ ہیں۔ ارذل ..... اور کمینے ہیں آپ اپنی مجلس سے ان لوگوں کو ہٹا دیجئے۔ انھیں نکال دیجئے۔ ہم آپ کی بات مان لیں گے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے اس کے جواب میں وحی بھیجی فرمایا، اے نوح! جو ایمان لے آیا وہ اس کے

بہتر ہے، آپ ان کے کہنے سے یہ کام نہ کر ڈالئے نوح علیہ السلام نے جواب دیا۔ مَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْن۔ سیدنا نوح علیہ السلام کا بیٹا کفار کے ساتھ تھا۔ آپ نے اس سے کہا ہمارے ساتھ آجائیے۔ خدا تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ میرا بیٹا کفار کیساتھ ہے اُسے بچا دیجئے۔ وحی ربانی آتی ہے قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ کہ اے نوح وہ تمہارا بیٹا نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں۔ بڑائی اور شرافت کا دارومدار حق تعالیٰ نے اعمالِ صالحہ اور تقویٰ بنایا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کچھ معزز قسم کے حضرات تشریف فرما تھے، آپ انھیں تبلیغ کر رہے تھے، اسلام کی دعوت دے رہے تھے، اسی دوران حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا صحابی تھے حاضرِ خدمت ہوئے اور سلام کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر کچھ ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ کہ ہوسکتا ہے یہ لوگ تبلیغ اسلام سے مشرف ہوجاتے۔ ان نابینا صحابی نے آکر بات ادھوری کرادی۔ اس پر فوراً وحی آتی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام قرآن لیکر اترتے ہیں عَبَسَ وَتَوَلّٰى اَنْ جَاۗءَهُ الْاَعْمٰى وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰى، اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى، اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى، وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰى وَاَمَّا مَنْ جَاۗءَكَ یَسْعٰى وَهُوَ یَخْشٰى فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى۔ آپ ترش رو ہوگئے، آپ کے چہرۂ مبارک پر ایک نابینا کے آنے سے ناگواری کے اثرات ظاہر ہوگئے، آپ کو کیا معلوم کہ وہ اپنی طلب میں کتنا صادق ہے تمہارا سمجھانا اس کے کام

آسکتا ہے۔ جنھیں آپ سمجھا رہے ہیں ان کے اتنا کام نہیں آسکتا۔ جو آپ سے اعراض کرتا ہے۔ آپ اس کے پیچھے پڑتے ہیں۔ اگر وہ ایمان نہ لائیں آپ کی باتیں نہ مانیں تو اس کا آپ پر کوئی الزام نہیں۔ اور جو طلب صادق کے ساتھ دوڑ کر ڈر کر آپ کے پاس آتا ہے اور آپ اس سے تغافل کرتے ہیں۔ اسمیں سخت تنبیہ ہے۔ تاجدار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو۔

دوستو! قرآن حکیم تو مساوات کا درس دینے کے لئے اتارا گیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑائی و عظمت کا معیار حسب و نسب رنگ و نسل پر نہیں بلکہ تقویٰ اور اعمال صالحہ پر رکھا ہے ؎

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: یایها الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ کہ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد وعورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمھارے میں قبیلہ و خاندان صرف تعارف و شناخت کے لئے بنائے ہیں۔ تم میں باعزت وہ ہے جو تقویٰ میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے لا فضل لعربی ولا لعجمی ولا لابیض ولا سود کلکم من آدم وآدم من تراب۔ یہ کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو

عربی پر، نہ کسی گورے کو کالے پر، نہ کسی کالے کو گورے پر فضیلت حاصل ہے تم سب کی خلقت آدم ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ کے رسول نے اقوال و اعمال کے ذریعہ، واضح شہادات کے ذریعہ بتلا دیا اور نمونہ آپ نے بنکر کے دکھلا بھی دیا ہے۔ اقبال مرحوم نے ریمارک کیا ہے۔ اور بہت خوب فرمایا ہے ؎

نسل اگر مسلم کی مذہب پر مقدم ہوگئی ✧ اڑ گیا دنیا سے تو مانند خاکِ رہ گذر
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو استوار ✧ لا کہیں سے ڈھونڈھ کر اسلاف کا قلب و جگر

اور مولانا حالیؒ نے اسے بہت آسان لفظوں میں حقیقت کی زبانی کہا ہے

یہ پہلا سبق ہے کتابِ ہُدیٰ کا ✧ کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

حضرات! ہم آج اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھیں، ہم نے شریعت کا کتنا پاس و لحاظ کیا ہے، کتنا دین سے ہمارا رابطہ ہے۔ ہمیں دین سے زیادہ محبت ہے، یا قومیت سے، ہماری مسجدیں الگ ہیں۔ دینی مراکز کو ہم نے الگ عنوان دے رکھا ہے۔ مدارس ہماری قومیت کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ ہمارے دل و دماغ میں خدا کی محبت کم، حسب و نسب سے زیادہ تعلق ہے۔ سوچئے کہ ہم اسلام کے قریب ہیں یا قومیت کے۔ اور یہ ذہن پیدا کردہ ان افراد کا ہے جو صرف اپنی دکان چمکانا چاہتے ہیں۔

اس لئے حضرات! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اندر اخوت ایمانی پیدا کریں اسلامی اصول پر ہم جان دیدیں۔ خدا کا بنایا ہوا قانون ہماری زندگی میں ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم

قائدین کی بات پر ترجیح دیں۔ ؎

بتانِ رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی، نہ تورانی نہ افغانی

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری، محبت کی فراوانی

حضرات! آج ہمارے سامنے بہت مسائل ہیں۔ طرح طرح سے فتنے اٹھ رہے ہیں اور مسلمانوں کو انھوں نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس مسئلہ کو ہم خود اپنے سر نہ تھوپے۔ ہم بھی رنگ و نسل ذات پات اور قبیلہ کے بھید بھاؤ کو چھوڑ کر ایک ملت کے تابعدار ہو جائیں اور جب ہم سے بھی کوئی معلوم کرے تمہارا نسب کیا ہے تو ہم بھی صحابہؓ کی طرح بیک زبان ہو کر یہ کہیں اسلام دینِ اسلام دینِ اسلام اسی طرح ستر مرتبہ کہتے چلے جائیں فاروقِ اعظمؓ بلالِ حبشی کو جو غلام تھے آقا کہہ کر پکارا کرتے تھے، ہم اس طرح ترقی کر سکتے ہیں، آگے بڑھ سکتے ہیں۔ کچھ مقام مل سکتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ہماری جگہ کسی اور قوم کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے کھڑا کر دیں گے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ عقلِ سلیم اور فہمِ صحیح عطا فرمائے ؎

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ط

٭ ٭ ٭

مَن كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ

آج بھی ہو جو براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا
(اقبالؒ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :- وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل؟
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

محترم حضرات، معزز سامعین کرام!! - اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کی سربلندی و برتری کی ایک تدبیر بتلائی ہے بڑے پُر وثوق لہجہ اور بھرپور اعتماد کیساتھ بانگِ دُہل اور ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا ہے کہ :- اے مسلمانو! تمھیں کامیاب ہو، تمھیں اس دنیا کے مالک ہو، دنیا کی تمام چیزیں تمھارے لئے ہے۔ عزت و شرافت کے تم ہی ٹھکیدار ہو، کائنات تمھارے آگے جُھک سکتی ہے، چرند و پرند تمھاری اطاعت کر سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے ایک شرط لگائی ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کنتم مومنین فرمایا "تمھیں سربلند ہو بشرطیکہ تم مومنِ کامل ہو:" ایمان کی حلاوت وچاشنی تمھارے اندر ہو۔ یقینِ کامل کی دولت سے تم مالا مال ہو۔ مومن کی تمام صفات تمھارے اندر موجود ہو

فرزندانِ اسلام!! اللہ تعالیٰ نے اس مختصر سے جملے اور اس چھوٹی سی آیت

میں حقیقت کا انکشاف کیا ہے، آنکھیں کھولدی ہیں۔ صاف طریقے فرمادیا ہے کہ تمھیں گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے، کوئی خوف محسوس نہ کرو دنیا کی کوئی چیز تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، شیر تم سے ڈر سکتے ہیں، چیتے تم سے کپکپا سکتے ہیں، دنیا کی بڑی سے بڑی چیز تمہاری غلام بن سکتی ہے۔ لیکن شرط لگادی ہے۔ اگر ایمان وایقان کی بادِ بہاری نے تمھارے قلوب میں گلشن پیدا کردیا ہو، ایمانی صفات، دینی خصوصیات کے تم حامل ہو۔ لیکن دوستو! آج کا انسان یہ تو چاہتا ہے کہ دنیا اس کے آگے جھک جائے، جس چیز کو وہ چھوئے تو وہ سونا بن جائے، دس کے مقابلے میں اکیلا کافی رہے، اسکی عزّت وشرافت کو دنیا سلام کرے، ہر تمنا اس کی پوری، ہر خواہش اس کا بڑھ کر استقبال کرے۔ لیکن وہ بھول جاتا ہے کہ اس کو یہ شرافت وعظمت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب خدا کی غلامی کرے، رنگ وخون کے بتوں کو پاش پاش کرکے ایک ہی حقیقی فرمانروا کا پرستار ہو۔ چڑھتے سورج کی پوجا چھوڑ کر مسجودِ حقیقی کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو، اس کو یہ مقام تبھی حاصل ہوسکتا ہے جبکہ اس کی ہر چیز اللہ کی ہوجائے۔

شیخ سعدیؒ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ شیر پر بیٹھا ہے، ڈنڈا اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور شیر کا کان اینٹھ رہا ہے، اس کو جدھر چاہتا ہے چلاتا ہے شیر بلا چون وچرا اس کی تابعداری کر رہا ہے اسکے آگے آگے چل رہا ہے۔

شیخ صاحبؒ کو یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، اس آدمی نے شیخ سعدیؒ کو متعجب و حیران دیکھکر کہا کہ اے سعدیؒ! تعجب کیوں کر رہے ہو، تمھیں حیرانی کیوں ہے؟؟ یہ تو شیر ہے دنیا کی ہر چیز تمھاری تابعدار بن سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے ؎

تو از حکمِ داور گردن مپیچ
کہ گردن نپیچد از حکمِ تو ہیچ

کہ تم خدا کے حکم سے سرتابی نہ کرو دنیا کی کوئی طاقت تمھارے حکم سے سرتابی نہ کرے گی۔ کسی عارف نے سچ کہا ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ جو اللہ کا ہوگیا، اللہ اس کا ہوگیا۔

حضرات! آج مسلمان کی حالت یہ ہوگئی ہے کہ وہ ایمان سے کوسوں دور، حقیقی معرفت کا اس کے پاس کوئی نام و نشان نہیں، نہ اس کا کوئی مقام ہے، نہ منصب و ٹھکانا، وہ در در کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے۔ کل جو تمام دنیا پر حکومت کرتا تھا آج وہ غلام بنا ہوا ہے۔ کل جو سمندروں میں گھوڑے ڈالتا تھا، آج خود وہ پانی سے ڈرتا ہے، کل جو ہواؤں کے رُخ موڑ دیتا تھا، آج ہوا کے تھپیڑے اس کے رُخ کو جھلسا دیتے ہیں۔ کل جو آگ سے صحیح و سلامت نکل جایا کرتا تھا، آج اس کی حالت یہ ہے کہ ایک ہی چنگاری اس کے پورے وجود کو خاکستر کر دیتی ہے۔ کل جو حاکم تھا آج محکوم ہے، کل جو آقا تھا آج غلام ہے حقیقت یہ ہے کہ فلاکت و نکبت نے اسے گھیر لیا ہے، پریشانی و زبوں حالی

اسکی قسمت بن گئی ہے، اس کا ایمانی شعلہ سرد پڑ چکا ہے۔ مولانا حالی نے درد بھرے انداز میں اس کا رونا رویا ہے۔

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے
فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے
چپ وراست سے یہ صدا آرہی ہے
کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے... تم

حاضرینِ کرام!! یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں کہ آج ہمیں اپنے ایمان کا بھی پاس ولحاظ نہیں رہا ہے، صرف نام کے مسلمان باقی رہ گئے ہیں، مسلمانوں کی صفات تک باقی نہیں رہی، وہ جوش وہمت، وہ جذبۂ اطاعت اور اخلاص وللّٰہیت نہیں ہے، کفر ہمارے اوپر ہنس رہا ہے، باطل ہم پر خندہ زن ہے لیکن ہم ہیں کہ خدا کو فراموش کئے بیٹھے ہیں۔ اقبالؒ مرحوم نے قوم کو احساس دلایا ہے۔ کہا ہے ؎

خندہ زن کفر ہے احساس تجھے ہے کہ نہیں
اپنی توحید کا کچھ پاس تجھے ہے کہ نہیں

دوستو! ایک وہ بھی مسلمان تھے جب مدائن فتح کرنے کے لئے گئے تو راستہ میں ایک سمندر پڑ گیا، مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ مسلمانوں کی

ایمانی قوت اور دین کے پرجوش ولولہ نے کہا، ایمان کی طاقت کے سامنے یہ سمندر کیا چیز ہے، ہم اسی میں گھوڑے ڈالدیں گے۔ چنانچہ مجاہدینِ اسلام نے صحابہ کرام کی مقدس جماعت نے سمندر میں گھوڑے ڈالدیئے اور اس طرح باتیں کرتے گزر گئے جیسے خشکی پر سے گذر رہے ہیں۔ اور پورا سمندر عبور کر گئے۔ کافروں نے جب یہ حالت دیکھی تو سب یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے۔ دیوان آمدند، دیوان آمدند۔ کہ، دیو آگئے دیو آگئے۔ اسی طرح مجاہدینِ اسلام کو فتح حاصل ہو گئی ہے۔ اقبال رح نے خوب ترجمانی کی ہے ؎

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے، ہم نے

حضرات! یہ ایک ہی ایسا واقعہ نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ کے صفحات پر ایسے سینکڑوں، ہزاروں واقعات آپ کو مل جائیں گے جسمیں مسلمانوں نے ہر میدان میں فتح پائی، انھوں نے پہاڑوں سے ٹکر لی تو پہاڑوں کی سنگینی کے دل چھوٹ گئے، برق و باد راہ میں حائل ہوئے تو ان کا رُخ موڑ دیا۔ وہ جنگلوں میں گئے تو جنگلوں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا، انھوں نے خاک پر ہاتھ ڈالا، اُسے سونا بنا دیا۔ چرند، پرند، درند ان کے تابع ہو گئے۔ سمندر و نیچے قطرے، بیابانوں کے ذرّے، آسمانوں کے تارے سب نے خوش آمدید کہا، انھیں اعزاز بخشا۔ اقبال رح نے درست فرمایا ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

آپ کو یاد ہوگا، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ ہے افریقہ کے بیشتر علاقے فتح ہو گئے ہیں، اسلامی نام لیواؤں اور ملّت کے جیالوں نے افریقہ کی سرزمین پر اسلامی علم بلند کر دیا، در و دیوار پر اسلامی جھنڈا لہرانے لگا، وہاں کی پُرشکوہ عمارات اور بلند بالا مینار اسلامی عظمت و سطوت کے سامنے ختم ہو گئے۔ اسوقت کچھ اوباشوں اور دشمنانِ اسلام نے دین کی راہ میں روڑے اٹکانے، اور وہاں کے سیدھے سادے نومسلموں کو بہکانا اور ورغلانا شروع کر دیا۔ اس سے بڑی رخنہ اندازی پیدا ہونے لگی تھی۔ ——— عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کی سرکوبی کے لیے اور حالات کو معمول پر لانے کے لیے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو بھیجا، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر حالات کا جائزہ لیا اور طے یہ ہوا کہ یہاں ایک اسلامی چھاؤنی بنائی جائے، باتیں ہونے لگیں، کسی نے کہا کہ چوکی بیچ چوراہے پر بنائی جائے، کسی نے کہا کہ شہر کے کسی کونے پر چھاؤنی بنائی جائے، کسی نے کہا کہ یہ محل سرا اس کے لیے موزوں جگہ ہے لیکن اسلامی لشکر کے سردار نے کہا کہ چوکی افریقہ کے جنگل میں بنائی جائے گی۔ افریقہ کے لوگوں نے کہا کہ یہ لوگ بالکل بے وقوف معلوم ہوتے ہیں، افریقہ کا جنگل تو وہ ہے جہاں دن ہی میں آدمی جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ کوئی اگر وہاں پہونچ جاتا ہے واپس نہیں آسکتا ہے۔ وہاں بڑے بڑے اژدہے دہاڑتے ہوئے شیر، ڈکارتے ہوئے بھیڑیئے اور قسم قسم کے موذی جانور رہتے ہیں ——— بھلا وہاں چوکی کس طرح بنائی جائے گی۔ لوگوں نے

منع کیا، لیکن یہ فیصلہ اٹل تھا کہ نہیں چوکی جنگل ہی میں بنے گی۔ اپنی جماعت کو لیکر مسلمان افریقہ کے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ افریقہ کے کچھ غنڈے اور اوباش قسم کے لوگ بھی ساتھ ہو گئے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ دیکھیں کہ آج ان بدّوؤں کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے، تماشائی کی حیثیت سے ساتھ چلے جنگل کے کنارے پہونچکر امیر لشکر جنگل میں داخل ہو گئے۔ پوری جماعت کنارے کھڑی رہی ان امیر لشکر نے، ان صحابئ رسول ؐ نے اور ان مومنِ کامل نے ایک آواز لگائی کہ اے جنگل کے رہنے والے چرندو، پرندو، درندو اور موذی جانورو، آج مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غلامانِ اسلام کو اس جنگل کی ضرورت ہے میں اس ایمان کے ناطے تمھیں حکم دیتا ہوں کہ یہ جنگل خالی کر دو۔ اگر تم نے نہ مانا تو پھر جس کو ہم پائیں گے قتل کر ڈالیں گے۔

سامعینِ کرام!! اندازہ لگائیے۔ آواز کیا تھی، نہ معلوم کوئی گولی چلی تھی، یا کوئی بم پھٹا تھا، یا اس آواز میں جادو تھا، مورخین نے لکھا ہے، تاریخ کے صفحات اس بات کی شہادت دیتے ہیں، کہ شیر، چیتے، بھیڑیے اپنے اپنے بچوں کو منھ میں دبائے اس طرح جا رہے تھے جیسے کوئی مفتوح قوم فاتح کے سامنے سے گذرا کرتی ہے، یا جس طرح غلام اپنے آقاؤں کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ آن کی آن میں پورا جنگل خالی ہو گیا، افریقہ کے اوباشوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ تماشائی حیرت زدہ رہ گئے ـــــــ یہ قوتِ ایمانی تھی، یہ

ایمانی صفات تھیں جس کے ذریعہ وہ ہر چیز پر حکومت کرتے تھے، برگ وشجر بحروبر، ارض وسمار کائنات کی ہر چیز ان کے تابع تھی۔

معزز سامعین !!: آج بھی اگر وہ ایمان پیدا ہو جائے، یقین کی وہ کیفیت ہمارے اندر آجائے۔ ظاہر کے مسلمان نہیں، باطن اور اندرون قلب کو مسلمان بنالیں تو کوئی وجہ نہیں، ہمیں عزت حاصل نہ ہو، ہمیں دونوں جہان میں کوئی ٹھکانا نہ ملے، اطمینان وسکون ہمیں میسر نہ ہو باطل اور طاغوتی طاقتیں ہم سے نہ ڈرنے لگیں۔ قرآن مجید کا یہ اعلان ہماری زندگی کے عین مطابق ہو۔ یہ شرط اپنے اندر پیدا کریں۔ وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ؎

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمانِ کامل کی دولت سے مالامال فرمائے اور ہم مومنِ کامل بن جائیں۔

آمین یارب العالمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

قوموں کا عروج وزوال

❖

اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

(اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی القرآن الکریم۔ اعوذ باللہ

من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"وتلک الایام نداولھا بین الناس"

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا ❊ بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے
یہ گورِ سکندر یہ ہے قبر دارا ❊ مٹے ناموں کے نشاں کیسے کیسے

صدر محترم، حاضرین اجلاس اور سامعین کرام:۔ آج کی اس محفل میں اس مبارک بزم میں آپ حضرات کے سامنے قوموں کے عروج وزوال کی حقیقت اور دنیا کی ترقی وتنزلی کے نقشہ کا ایک ہلکا سا خاکہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ اس آئینہ اور حقیقت کی چھلنی میں ہم اقتدار باختہ اور ترقی یافتہ اقوام کا چہرہ دیکھ سکیں گے۔ ان کے مستقبل کا اندازہ ہمیں ہو جائیگا۔ اور خود اپنے تئیں فیصلہ کریں گے۔

حضرات! دنیا آج سے نہیں ہزاروں بلکہ کروڑوں برس سے قائم ہے۔ اور قیامت تک باقی رہے گی۔ اس مدت میں نہ معلوم کتنی قومیں روئے زمین پر نمودار ہوئیں کتنی قوموں نے اس دنیا کے اسٹیج پر کرشمہ سازی کی، اپنے کرتب دکھلائے، تماشہ کیا اور چل بسیں، فنا ہوگئیں

کتنی ہی قوموں نے اس قدر ترقی کی، دنیا کو معلوم ہونے لگا کہ ان کی ترقی لازوال ہے۔ یہ قوم فنا نہیں ہوسکتی، اس کی حکومت ختم نہیں ہوسکتی لیکن جب حقیقی طاقت رکھنے والے فرماں روا نے ان کی قسمت کا فیصلہ کیا تو ایسی گری کہ دنیا ان کے نام سے بھی واقف نہیں رہی۔ ان کے وہ نقوش بھی باقی نہیں رہے جن پر ان کو ناز تھا ـــــ نمرود نے سوچا کہ تو نے تو اب خدائی کا دعویٰ کر ڈالا، بابل و نینوا کے تمام اختیارات تمھارے قبضہ میں ہیں۔ ان کے کھنڈرات پر بھی تمھارا سکہ جاری ہے۔ اقتدار کا تازیانہ تمھارے پاس ہے۔ قوت و طاقت اور غلبہ و تسلط، فوج و سپاہ لشکر و رعایا سب پر تمھاری حکمرانی ہے۔ اسی نشۂ اقتدار میں سرمست ہوکر نمرود نے تمرّد و سرکشی کی، ظلم و ستم اور کفر و عُدوان کا ایک نیا باب شروع کیا، غریبوں کے خون سے نشاط کا ساغرِ احمری تیار ہونے لگا۔ رعایا کی جھونپڑیاں اجاڑ کر شاہی محل سرا تعمیر ہونے لگے۔ اور اس نے سوچا کہ میرے اقتدار کو کوئی خطرہ نہیں، قوّت و طاقت میرے ادنیٰ غلام ہیں۔

لیکن جب فیصلۂ خداوندی ہوا اور وَاِنْ تَتَوَلَّوْا یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ کا اصول سامنے آیا۔ تو نمرود اتنا بے حقیقت ہو کر مرا۔

شیخ فریدالدین عطار نے فرمایا ؎

پشۂ کارش کفایت ساختہ

کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھر اس پر مسلط کیا اور اس ایک مچھر نے اس کا کام کر ڈالا، فنا کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اس کی حکومت کے نقوش بھی باقی نہ رہے

فرعون نے سر ابھارا، فرعونیت وطاغوتیت کے نتیجہ میں حق سے ٹکرلی۔ خدا سے پنجہ آزمائی شروع کی آنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا دعویٰ کیا، اسی عجب وغرور کے نتیجہ اور اقتدار وطاقت کے نشہ میں بنی اسرائیل کے ساتھ نارواسلوک کرنا شروع کیا، انھیں طرح طرح سے ستایا جانے لگا۔ پیدا ہوتے ہی ان کے نرینہ بچوں کا قتل عام ہونے لگا۔ ممتا کی آغوش سے ان کے جگر پاروں کو چھین کر انھیں کے سامنے خنجر وتلوار کی نوک پر ہوا میں اچھالا جاتا اور پھر دو ٹکڑے کر کے ان کی آغوش میں دیدیا جاتا۔

فرعون نے سوچا کہ وقت کی طاقت تیرے پاس ہے، دریائے نیل پر تیری حکمرانی ہے، مصر کے خزانے تیرے قبضہ میں ہیں، شاداب کھیتیاں اور سبزہ زار پھلواریاں تیرے تصرف میں ہیں۔ خدم وحشم جاہ ومنصب، نوکر چاکر، دولت وثروت تیرے ادنیٰ اصیل ہیں۔ آسمان مصر کی گردنیں تیرے آگے جھکی ہوئی ہیں۔

لیکن دوستو! جب اس کی بھی باری آئی، خدا کے حکم سے ضربِ عصائے موسیٰ نے اس کا کام کر ڈالا تو وہ بحرِ قلزم میں اس طرح غرقاب ہوا کہ اسے کوئی رونے والا بھی میسر نہ ہوا۔ تاج وتخت سے دور، حکومت

وسلطنت سے الگ اور اپنے اعزہ واقربا سے تنہا بے حقیقت ہو کر ختم ہوا کہ اپنی حکمرانی میں کسی کو اپنی بے بسی کی داستان سنا بھی نہ سکا۔ اور آن کی آن میں اس کے اقتدار کا شاخسانہ ٹوٹ پھوٹ کر خاک میں مل گیا۔

سامعین کرام! واقعہ یہ ہے کہ اس اسٹیج پر کتنے ہی جبابرہ، نمارده فراعنہ، اکاسرہ، قیاصرہ آئے اور اپنے اپنے وقت میں ایسے ایسے .... کرشمے دکھائے جس نے دنیا کو حیرت میں ڈالدیا۔ اور دنیا نے یقین بھی کرلیا کہ ان کی ترقی لازوال ہے، وقت کا دیوتا ان پر مہربان ہے۔ اب یہ طاقت کبھی ختم نہیں ہوسکتی، ان کے اقتدار کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا لیکن جب اس قوم میں اوصافِ جہانبانی ختم ہوگئے، حکمرانی نے ان کے ذہن ودماغ کو عجب وغرور کی گندگی سے سڑادیا۔ رقص وسرود، انانیت اور ظلم وستم، خدا سے سرکشی وبغاوت ان کا شیوہ بن گیا، تو صدیوں کی اس مستحکم عمارت کو تہِ خاک کردیا، شوکت وعظمت کے اس مضبوط قلعہ کو اس طرح اکھاڑ پھینکا کہ دنیا میں ان کا نام لیوا تک نہ رہا، ان کا جلال و جرأت، شاہانہ اقتدار، اور حاکمانہ قوت وسطوت صفحۂ ہستی سے ناپید ہوگئے۔

بسے نامور بزیرِ زمیں دفن کردہ اند
کز ہستیش بروئے زمیں یک نشاں نماند

محترم حضرات!! چھٹی صدی عیسوی میں صحرائے عرب سے ایک قوم اٹھی

جس نے بہت تھوڑے سے وقت میں قیصر و کسریٰ کے پرچے اڑا دیئے، رومن ایمپائر کا خاتمہ کر دیا۔ ایرانی تمدّن و تہذیب کو بدل ڈالا ایک عظیم خطہ کے کلچر و ثقافت کو اسلامی کلچر و ثقافت میں تبدیل کر دیا۔ دنیا نے اس ثقافت اور اس عظیم انقلاب میں امن و آشتی، انسانی اقدار و قیم، اور حکمرانی و جہاں بانی کے اوصاف دیکھے، ان میں زبردست اخلاقی قوت، روحانی طاقت، اور انسانیت کی تعمیر کا جذبہ پایا۔ نہیں نہیں ——— بلکہ ان کے شکول میں ایک لائحہ عمل، ایک ضابطۂ حیات اور انسانی زندگی کے ایسے اصول پائے جو ہر تغیّر پذیر زمانہ کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ انھیں جاہ و منصب سے واسطہ، نہ اقتدار و صلے کی تمنا۔ ان کا مقصد صرف اور صرف مخلوق کی خالق سے معرفت کرانا تھا۔ بندوں کو خدا سے ملانا تھا کلمہ لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عام کرنا تھا۔ لیکن جب یہ قوم بھی ان اصولوں سے منحرف ہو گئی وہ تعمیرِ انسانیت کا جذبہ ختم ہو گیا وہ اقدار و قیم، وہ اخلاق و افکار ان کی زندگی سے نکل گئے ان کے قلب و نظر میں وہ جذب و مستی کی کیفیت ختم ہو گئی، تو اقبال نے بھی انکا ساتھ چھوڑ دیا، اس کا نام بھی زوال پذیر قوموں کی فہرست میں آنے لگا غم گسار ملت حضرت اقبال مرحوم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے یوں کہا تھا ؎

اے لا الٰہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ ، کردار قاہرانہ
تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا وہ تیرا جذبِ قلندرانہ

حضرات! اللہ تبارک و تعالیٰ کی کسی سے رشتہ داری نہیں ہے، جس قوم کو وہ سر بلند کرتا ہے اگر وہ اصول و قوانین کے ساتھ عمل پیرا ہے، خدائی اصول سے منحرف نہ ہو۔ قوت و اقتدار سے وہ نشۂ سرمستی سے سرشار نہ ہو مخلوق کا رشتہ خالق سے جوڑنے کی فکر میں رہے، اس قوم کے سر پر سدا ہمائے سعادت سایہ فگن رہے۔ اگر وہ ان اصولوں سے منحرف ہو جائے خدا سے رشتہ توڑ لے، خود کو سب سے بڑا تصور کر لے، تو یہ خداوندی قانون اسکی سرکوبی کے لیے تیار ہے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔
دنیا میں جن قوموں نے بھی ترقی کی ہے وہ شروع میں بہت کمزور و گمنام تھیں، دیکھنے والوں کو گمان ہوتا تھا کہ ان کا ستارۂ قسمت کبھی نہ چمکے گا، ان کا آفتابِ اقبال کبھی طلوع نہ ہو گا، مگر صبر و استقلال اور تدبیر و حکمت نے یہ اندازے غلط ٹھہرا دیئے اور وہ کمزور و ناتواں بے سہارا قومیں ترقی کے بامِ عروج پر پہونچ گئیں، کامرانی کی ان بلندیوں تک پہنچ گئیں جسکی وہ آرزومند تھیں۔

ماخوذ از:۔ رسائل حسن بنا شہید رح۔

بھلا کسے یقین تھا کہ اس جزیرۂ عرب، اس بے آب وگیاہ سنسان صحرا سے نور ومعرفت کے چشمے ابلیں گے، روحانی ارتقاء اور سیاسی رسوخ کی بدولت دنیا کی عظیم ترین سلطنتیں اس کے آگے سرنگوں ہوں گی۔ کسے گمان تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شفقت ودل سوزی کے پیکر، رقت ونرمی کے مظہر بغاوتوں کے ہجوم میں ہوں گے، اس کے باوجود وہ ایک ہی دن میں گیارہ گیارہ لشکر روانہ کرسکیں گے جو باغیوں کی تادیب، بددماغوں کی تنبیہ سرکشوں کی سرزنش اور ارتداد پسندوں کی سرکوبی کریں گے۔ اور مانعین زکوٰۃ سے اللہ کا حق وصول کر کے دم لیں گے۔ اور کون کہہ سکتا تھا کہ آل علی وعباس رضی اللہ عنہما کی وہ چھوٹی سی گمنام وبے نام ٹولی صبح وشام میں اس پرشکوہ سلطنت کو الٹ کر رکھدے گی حالانکہ ایک دن وہ تھا جب اسے کہیں پناہ نہیں ملتی تھیں، ہر آن اُس کے سر پر دھمکیوں کے بادل گرجتے تھے، وہ تلواروں اور سنگینوں کی زد میں تھی اور کون یہ تصور کرسکتا تھا کہ صلاح الدین ایوبیؒ کا چھوٹا سا ناتواں جسم برسہا برس تک کوہِ گراں کے مانند اپنی جگہ ڈٹا رہیگا بیک وقت پچیس پچیس جابر وقاہر بادشاہوں سے مقابلہ ہوگا، زبردست لشکروں کا ہجوم ہوگا، لیکن وہ سلاطینِ یورپ کو نہایت ذلت وبے آبروئی کے ساتھ لوٹا کر دم لے گا۔ اور کون یہ باور کرسکتا تھا کہ وہ جرمن مزدور ہٹلر قوت وطاقت اور ایسی محیر العقول کامیابی حاصل کرلے گا۔ اسی ہٹلر کا نازی

ازم مسولینی کا فاشی ازم اور اسٹالین کا کمیونزم اس طرح ترقی کے بامِ عروج پر پہونچ جائیگا۔

حضرات! جن قوموں میں بے پناہ حوصلہ ہوتا ہے۔ ان کے عزائم جوان ہوتے ہیں وہ قوم سدا ترقی کرتی ہے۔ اور جب اس کے مقاصد بھی پاکیزہ، اس کے اصول بھی جامع اور ضابطۂ حیات بھی بلند و آزمودہ ہو وہ قوم کیسے ترقی نہ کرے، کیسے بامِ عروج پر نہ پہونچے۔ لیکن جب یہ پاکیزہ مقاصد، یہ اصول، یہ بلند دستور اور عزائم جوان نہ رہیں تو وہ قوم فنا کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔ اور یہ دستورِ خداوندی اپنا کرشمہ دکھا دیتا ہے

وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ط

آئیے! ہم اپنے اندر نورِ سحر، آبِ گہر اور عزم جوان پیدا کریں۔ بلند مقاصد میں اپنا سب کچھ قربان کر دیں، تاکہ ہم سدا ترقی پذیر رہیں، ہمیں ہر مقام پر فتح و کامرانی ہو ——————— اور یہ دعا کریں ؎

ضمیرِ لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہیدِ جستجو کر دے

وَمَا تَوْفِيْقِىْ اِلَّا بِاللّٰهِ

٭٭٭

کلمہ کی سحر آفرینی

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

(علامہ اقبالؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ مَالِکُ الْمُلْکِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

الَّذِیْ لَا مِثْلَ لَہٗ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا (حدیث)

جناب صدر، معزز سامعینِ کرام، حاضرینِ مجلس! ہمارا یہاں جمع ہونا مل کر بیٹھنا گفتگو سننا صرف اس لئے ہے کہ ہم اچھے مقصد کی طرف گامزن ہوجائیں، ہماری اصلاح ہوجائے اور ہم فلاح و کامیابی کا راستہ اختیار کرلیں، اس زمانہ میں بھی سرخ رو ہوں اور قیامت میں بھی ناکامی کا سامنا نہ ہو۔

حضرات! میں نے ایک مختصر سی حدیث پڑھی اسمیں تاجدارِ مدینہ اور دوجہاں کے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کامیابی وکامرانی کا راستہ بتایا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہہ لو کامیاب ہوجاؤ گے۔ تمھاری دنیوی زندگی بھی اور اُخروی زندگی بھی کامیابی سے ہم کنار ہوگی۔

دوستو! دیکھنے میں تو یہ الفاظ بہت مختصر، بہت معمولی، بہت ہلکے پھلکے، زبان پر ان کا تلفظ بہت آسان، لیکن اپنے معانی کے اعتبار سے نہایت وسیع وجامع، بہت عظیم، میزان کے اعتبار سے بہت وزنی اور طاقت وقوت کے اعتبار سے دنیا کی تمام اشیاء سے زیادہ طاقت ور درحقیقت ان الفاظ میں اتنی توانائی واثر انگیزی ہے کہ اس سے خشک کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں، اسکے پڑھنے سے جسم میں تازگی پیدا ہوجاتی ہے

زندگیوں میں ایک طوفان برپا ہو جاتا ہے، تنِ مُردہ میں جان پڑ جاتی ہے زمانہ میں انقلاب آجاتا ہے، نوجوانوں کی کایا پلٹ جاتی ہے، نیا جوش نئی اُمنگ اور نیا جذبہ کروٹیں لینے لگتا ہے، اللہ کے رسولؐ نے صفا کی چوٹی پر چڑھ کر یہی الفاظ کہے تھے۔ یَا اَیُّهَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا اے لوگو! یہ الفاظ کہہ لو کامیاب ہو جاؤ گے۔

دراصل یہ حروف الفاظ ہی نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے، ان میں جامعیت ہے، ہمہ گیر پیغام ہے۔ زندگی کے ساتھ ان کا وابستہ ہے، قلب و دماغ کے ساتھ ان کا رابطہ ہے، ان میں صداقت و سچائی ہے، گہرائی و گیرائی ہے۔ یقین و اعتقاد ہے، توکل و رضا ہے، صبر و شکر ہے، انابت و تضرع ہے، امانت و دیانت ہے، عفت و عصمت ہے، قناعت و شجاعت ہے، قوّتِ ایمانی اور حمیّتِ دینی ہے، عفو و حلم ہے، معاشرہ کے ساتھ گہرا رابطہ اور سوسائٹی کی تشکیل کی بھرپور توانائی اور صلاحیت ہے۔

حضرات! جس زندگی میں بھی یہ کلمہ سرایت کر گیا، اس کی کایا پلٹ گئی جن لوگوں میں بھی اس کا کرنٹ دوڑ گیا اسمیں انقلاب برپا ہو گیا۔ جن کے دل و دماغ نے بھی اسے قبول کر لیا جوش و جوانی کی اُمنگیں ان میں سرایت کر گئی، جن طبیعتوں نے اس کی حلاوت محسوس کی ہمیشہ اقبال و نصیبہ ان کا خادم بن گیا، حضرت عمرؓ مکہ کے نوجوانوں

میں اپنے جوش و ذہانت، رعب و دبدبہ اور اصابتِ رائے ـــــــ
کی وجہ سے امتیازی مقام رکھتے تھے۔ سفارت کے فرائض آپ ہی کے
ذمے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں سرگرمی کے ساتھ اسلام کے سرگرم دشمن تھے
قرآن کی روح فنا کرنے میں پیش پیش ـــــ اس کلمہ لا الٰہ الا اللہ کے
مٹانے کے لئے اپنے تن من کی بازی لگا رکھی تھی، ایک تہیہ کرلیا اور جوش و
جذبات کے عزائم لیکر اٹھ کھڑے ہوئے کہ آج اسلام اور صاحبِ اسلام
کا قصہ ہی تمام کر ڈالوں گا۔ پورے عرب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خرخشے
میں ڈال رکھا ہے۔ چلو آج اس کا قصہ ہی چکا دوں، انھیں ختم کر ڈالوں۔ نہ
رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

نبی کو قتل کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ طنطنہ و طمطراق سے سید
الکونین کے خاتمہ کے لئے جارہے تھے راستہ میں عبد اللہ ابن نعیم سے ملاقات ہوئی
انھوں نے کہا۔ کہاں جارہے ہو۔ سوال و جواب ہوئے۔ عمر بولے آج میں
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ختم کرنے جارہا ہوں جس نے پورے عرب کو تماشہ
بنا رکھا ہے۔ مکہ والوں کو ایک الجھن میں ڈال دیا ہے۔ ابن نعیم بولے پہلے اپنے
گھر کی تو خبر لو۔ تمہارے بہن اور بہنوئی میں بھی اس کلمہ کے قتیل ہوگئے ہیں۔ دینِ
اسلام ان کی رگ و پے میں سرایت کرگیا ہے۔ وہ حلقہ بگوشِ اسلام ہوچکے
ہیں۔ ان الفاظ نے اور اس واقعہ نے آگ پر تیل کا کام کیا چہرے پر شعلۂ غضب
اور بھڑک اٹھا، تیور اور چڑھ گئے، فوراً پلٹے۔ بہن بہنوئی کے گھر پہنچے۔ وہ قرآن
پڑھ رہے تھے آہٹ پاکر پارے چھپا دیئے۔ پڑھنا موقوف کردیا۔ مگر عمر فاروق
کے کانوں میں بھنک پڑ گئی تھی کہا مجھے معلوم ہوگیا تم دونوں اپنے دین سے پھر

گئے ہو، تم نے بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین اختیار کرلیا ہے، مارنا پیٹنا شروع کردیا، آخر بہن بہنوئی کو اس قدر مارا کہ ان کا جسم لہو لہان ہو گیا۔ لیکن بہن نے پوری قوت، جوش ایمانی اور حمیت اسلامی کے ساتھ ڈبڈبائی آنکھوں، اور خون آلود بدن کے ساتھ کہا کہ اے عمر جو کچھ کر سکتے ہو کر ڈالو۔ اب یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ دل کی گہرائی میں اتر گیا ہے۔ یہ نکل نہیں سکتا۔ حفیظ جالندھری نے اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے ؎

بہن بہنوئی کو عمر نے اس قدر مارا ❊ کہ زخموں سے نکلکر خون کی بہنے لگی دھارا
بہن بولی عمر تو ہم کو مار بھی ڈالے ❊ شکنجوں میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوائے
مگر ہم اپنے دینِ حق سے پھر نہیں سکتے ❊ بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے

دہن سے نام حق، آنکھوں سے آنسو، منھ سے خوں جاری
عمر کے دل پر اس نقشہ سے عبرت ہو گئی طاری

حضرات! ایک بہن نیک خاتون، جسم زخمی، کپڑے خون آلود، پیکرِ جذبات، آنکھوں سے آنسو اس پر یہ پُرشوکت الفاظ اور یہ پیرایۂ بیان، یہ انمٹ نقوش، اندازہ لگائیے، غور کیجئے کہ اس کلمہ نے، ان مختصر سے الفاظ نے عورتوں اور نوجوان خواتین میں بھی کیسی زبردست روح ان کے دل ودماغ میں پیدا کردی تھی۔ اس کلمہ نے ان میں انقلاب پیدا کردیا ان کے نزدیک جسم، دل، دماغ، عزیز واقارب، بچے، بھائی اس کلمہ کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔

دوستو! عمر کی اس قاہرانہ طاقت نے اس مظلومانہ انداز کے آگے ہار

مان لی، ہیرے کا جگر پھول کی پتی سے کٹ گیا۔ فوراً بول اٹھے، جو کچھ پڑھ رہی تھی مجھے لاکر سناؤ، اجزائے قرآنی لائی پڑھنا شروع کیا جب یہ الفاظ سامنے آئے اٰمنوا باللہ ورسولہٖ بے اختیار پکار اٹھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الخ ایمان کی دولت سے مالامال ہوگئے۔ اس تربیت اور اس کلمہ کے آگے سر اطاعت خم کیا گئے تھے اس کلمہ کو ختم کرنے لیکن اس کلمہ نے ان کے کفر و شرک کی گردن مروڑ دی۔ اور پھر اسلام میں داخل ہوکر وہ کارنامے انجام دیئے جس کی مثال دنیا میں ملنی مشکل ہے۔

حضرات! اس کلمہ نے دنیا کو حقیقت کا درس دیا۔ جو پیشانیاں بتوں، پتھروں، درختوں، مکانوں اور ناپاک اجزاء کے سامنے جھکا کرتی تھیں انھیں ان کا حقیقی مقام دلا کر ایک معبودِ حقیقی کے آگے جھکنا سکھایا۔ انھیں ہر طرح سے مالامال کر دیا۔ اس کی تاثیر نے بڑے بڑے جبابرہ کی گردنیں خم کردی۔ اس نے دنیا کو ایک لازوال طاقت، ایک قوت و اعتقاد عطا کیا جسکی مثال نہیں مل سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہ نظریۂ حیات عطا فرمائے (آمین)

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ۔

٭٭٭

مدارس کی

اہمیت وافادیت

احساس عنایت کر آثارِ مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے.
بے لوث محبت ہو بے باک صداقت ہو
سینوں میں اجالا کر دل صورت مینا دے

(اقبال رحم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ:۔ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔

جنابِ صدر، سامعینِ کرام، حاضرینِ جلسہ!! سب سے پہلے میں خداوند قدوس کا ہزار بار شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس قابل بنایا کہ اس عظیم موقعہ پر آپ حضرات سے گفتگو کر سکوں، اپنے دلی جذبات اور قلبی احساسات آپ تک پہنچا سکوں اور اس پروگرام کے موقعہ پر جو مسلمانوں کا ترجمان اور پوری پوری ملتِ اسلامیہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس سنہرے موقعہ سے فائدہ اٹھاؤں اور صاف طور سے آپ کو بتلادوں، کہ آپ جو یہاں اکھٹے ہوئے سر جوڑ کر بیٹھے، دور دراز کا سفر کیا، قیمتی وقت صرف کیا، اپنے آرام کو تج اور راحت کو قربان کیا، آپ کا اس طرح بیٹھنا، ایسی دینی محفلیں قائم کرنا، ایسے پروگرام منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا بڑا اہم اور مبارک فریضہ ہے، اس سے امت کی ساکھ اور ملی تشخص باقی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعئ جمیلہ کو قبول فرمائے آمین!

حضرات! اس موقعہ پر مدارس اسلامیہ کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ یہ مدارس جو اس وقت آپکے سامنے ہیں۔ بہت سے جھونپڑیوں، چھپروں کی شکل میں، کوئی قلعہ کی شکل میں کوئی

بہترین وشاندار عمارتوں کی شکل میں۔ دراصل یہ سب اسلام کے مضبوط قلعے ہیں، دین کے آہنی حصار ہیں۔ ان سے ملت کا تشخص قائم ہے، یہ امت اسلامیہ کے دھڑکتے دل ہیں، یہ اسلامی کلچر وثقافت کے آئینہ دار ہیں، یہ اخلاق و ایمان اور اخلاص وروحانیت کے سرچشمے ہیں یہاں مردہ دلوں کو زندگی ملتی ہے، یہاں پیاسوں کو سیرابی ملتی ہے، یہاں طلبہ کے قلوب میں اخوت وہمدردی، مساوات ورواداری، کی تخم ریزی کی جاتی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہاں ان کے افکار وعقائد صحیح ہوتے ہیں۔ ان میں فکرِ آخرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آنے والی زندگی کے لئے اسے ٹریننگ دی جاتی ہے۔ اسے سوالوں کے جوابات یاد کرائے جاتے ہیں۔

دوستو! بہت سے حضرات اسے حقیقت سمجھتے ہیں کہ دنیا بہت ترقی کر گئی، اس میں بہت سی چیزوں کی ایجاد ہو گئی، اس کی بھی کوشش ہو رہی ہے کہ سورج چاند، اور ستاروں کو اپنے قبضہ میں کر لیا جائے۔ طرح طرح کے انکشافات ہو رہے ہیں۔ ان سائنسی ایجادات نے بہت سی چیزوں کا انکار کر دیا ہے۔ لیکن آپ سوچ کر۔ اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر خدارا مجھے بتائیے۔ کسی نے اس دو گز زمین کے ٹکڑے کا بھی ازکار کیا ہے، موت کے وقت کو کسی نے دو چار گھنٹے کے لئے موخر کیا ہے سانس کی رفتار پر بھی کسی کا قابو ہوا ہے، زندگی بھی کوئی دوبارہ واپس

لاسکا ہے، گذرے ہوئے لمحات بھی کسی کے بس میں ہیں۔ ان سب کا جواب آپ یہی دیں گے کہ یقیناً یہ کام آج تک کسی سے نہ ہوا اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے ـــــ جب ہمیں اس کا یقین ہے کہ ہمیں مرنا ضرور ہے حساب و کتاب بھی ہونا ہے، جس نے پیدا کیا وہ زندگی کے بارے میں سوال کرے گا۔ ان نعمتوں کے بارے میں پوچھے گا۔ قبر میں سوال و جواب ہوں گے، ان سوالات کے جوابات، ان کی مشق و تمرین اور ٹریننگ میرے محترم دوستو! ـــــ مال و دولت، بہترین دنیوی کالج، بڑی بڑی یونیورسٹیاں نہیں دے سکتی۔ ایوانِ حکومت اور ماہرینِ قانون اس کے جواب سے قاصر ہیں۔ یہ جواب اگر مل سکتا ہے اِنہی مدارس و مکاتب سے۔ یہ سبق اگر حاصل ہو سکتا ہے تو انہی بوریئے پر بیٹھنے والے علمائے کرام سے۔ اور اُس ابدی زندگی میں رستگاری ہو سکتی ہے تو انہی خرقہ پوشوں اور ذکر اللہ میں مشغول ہونے والے حضرات سے۔ صحیح ہے

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

اور کسی نے کمالِ عقیدت و ارادت کو ملحوظ رکھتے ہوئے سچ کہا ہے ؎

تردامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو!
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

اس لئے اس سدا بہار زندگی کے لیے جہاں ہمیشہ ہمیش رہنا ہے وہاں کی تیاری کے لئے عقائد وافکار صحیح وسنوارنے کے لئے ان مدارس کا ہونا ناگزیر ہے۔

حاضرینِ کرام! مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد اسلام پر ایک ایسا دور آیا۔ اور اُمتِ مسلمہ ایسے نازک مرحلوں سے دوچار ہوئی جس نے پورے ہندوستان کے مسلمانوں میں اضطراب وبے کلی کی فضا پیدا کردی، ان پر ہر طرف سے یلغاریں ہونے لگیں، ان کے عقائد کو مسخ کیا جانے لگا، ذہنی وفکری اِرتداد پیدا کرنے کی منظم سازشیں ہونے لگیں، ان کی اقتصادی، سماجی اور معاشرتی زندگی کو مفلوج کردیا گیا، انھیں ہر طرح سے بے دست وپا کردیا، ٹھیک ان نازک حالات میں علمار ومفکرین اور ملت کا درد رکھنے والے حضرات نے مدارس کا جال بچھایا، چپہ چپہ پر مکاتب قائم کئے۔ اور اُمت کے نونہالوں اور ملت کے جیالوں کو ذہنی اور فکری قتل سے بچانے کے لئے دُور بین نگاہ رکھنے والے غمگسار علمار مسیحی مشینریوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے میدان میں کود پڑے ـــــ اگر بروقت یہ علمار کھڑے نہ ہوتے، ان مکاتب ومدارس کا جال نہ پھیلاتے۔ تو آج ہر گھر میں انجیل پڑھائی جاتی ان کے عقائد وافکار میں ثنویت وبت پرستی کارچاؤ ہوتا، الحاد ولادینیت کا گھر گھر مرکز ہوتا قرآن اور افکارِ اسلامی سے لوگ کوسوں دور ہوتے۔ انھیں

اپنے آقا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ سے واقفیت نہ ہوتی، اپنی تاریخ اور اپنے کارناموں کی انھیں ہوا تک نہ لگتی۔

ان مدارس نے وہ کارنامہ انجام دیا جو ہمیشہ یاد رکھا جائے، انھوں نے بروقت مسلمانوں کو سنبھالا دیا، انھیں اپنی تاریخ، اپنے کلچر اور دینی اہمیت کا احساس دلایا، مسلمانوں کے ملی تشخص اور ان کی انفرادیت کو برقرار رکھا۔

حضرات! اس وقت جو چپہ چپہ پر مکاتب و مدارس قائم ہیں یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ مدارس معاشرہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ پوری سوسائٹی اور سماج کا مکھن ہیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنا کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ جو ہمارا اور آپ سب کا حقیقی مقصد ہے۔ اس لئے ہمارا اور آپ کا تعلق بھی ان سے ایسا ہی ہونا چاہیے جیسے جسم کا روح سے، آفتاب کا روشنی سے، اور پھول کا خوشبو سے۔ اگر یہ آپ کا تعلق باقی ہے تو سمجھ لیجیے کہ جسم و روح دونوں زندہ ہیں۔ اگر یہ تعلق ختم ہوا تو پھر ہمارا خدا ہی حافظ ہے۔

دوستو! بہت سے حضرات یہ کہتے ہیں۔ کہ ان مدارس سے کیا ملتا ہے۔ ان سے نوکری نہیں ملتی۔ ان سے ڈگریاں نہیں ملتیں۔ یہاں کے افراد قوم کے اوپر بار ہیں۔ ان میں شعور و بیداری نہیں آتی یہ ٹیکنکل لائن میں آگے نہیں بڑھتے۔ ان حضرات سے میں صرف اتنا عرض کرتا ہوں

کہ روزی روٹی کا مسئلہ کوئی اہم مسئلہ نہیں، اس کا وعدہ خداوندہ قدوس نے ہم سے کیا ہے وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ــــــ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ - اور یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ روزی کا تعلق قسمت سے ہے عقل سے نہیں، اگر عقل سے اس کا تعلق ہوتا تو بیوقوف بھوکوں مرتے، لیکن نظامِ قدرت عجیب ہے۔ اس لئے مسلمانوں کا اصل مسئلہ اور مقصدِ زندگی پیغام خداوندی ہے، دعوت وارشاد ہے۔ اس کاروان سفر میں رہ کر اپنی ابدی زندگی سنوارنا ہے۔ آخرت کی فکر کرنی ہے۔ اس بارے میں اسلام و قرآن کے ارشادات مکمل واضح ہیں۔ صحابۂ کرام رضؓ واسلافؒ کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ انھوں نے اس دنیا سے کسطرح خوشہ چینی کی اور اس خوانِ نعمت سے بھی سیرابی حاصل کرکے اور دامن بچائے ہوئے کس طرح دنیا و آخرت کی فلاح و بہبودی ان کے حصہ میں آئی۔

حضرات!: - یہ مدارس دراصل اسلامی چھاؤنیاں ہیں۔ ان کے سایہ میں زندگی ملتی ہے۔ اقدار کی بند کلیاں چٹختی ہیں۔ افکار کے پھول کھلتے ہیں۔ قرآن و حدیث کے سایہ میں زندگی پل کر جوان ہوتی ہے۔ اور ان مدارس کے ذریعہ زندگی کا صحیح حل تلاش کیا جاتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے، وقت کا تقاضا ہے کہ ان کے ساتھ ہم وابستہ ہوں، اپنا تعلق قائم کریں، ان کی اعانت کریں۔ ورنہ یہاں بھی یورپ کے میخانوں کا نظارہ ہوسکتا ہے۔

اقبالؔ مرحوم نے دورۂ یورپ کے بعد کہا تھا کہ ان مدارس کو یونہی رہنے دو، ورنہ یورپ کے میخانے دیکھ آیا ہوں، وہاں کا نظارہ میں نے کیا ہے، الحاد و زندقہ کی تصویر پیش کرتا ہے، ہر طرف کردار کشی کی مہم ہے ہر طرف فکرِ گستاخ کا سیلاب ہے۔ اس لئے تمام حضرات سے درخواست ہے کہ ان مدارس کا گام بگام ساتھ دیں اور ہر طرح سے ان کا تعاون کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین و اسلام کی اعانت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَاٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمینَ

دو شعر

علم کیساتھ عمل کی بھی دے قوّت یارب!
اور توفیق مشقت سے بھی حصہ دیدے

پھر ہو فاران کی چوٹی سے صدا کوئی بلند
پھر سے آوازِ محمد کو اُبھار ا دیدے

(طارق بن ثاقب)